امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74

مورخہ ۱۲؍ شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۲؍ اپریل ۲۰۲۴ء روز سوموار

شمارہ نمبر 15

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- روحانی اور مادی زندگی کا ایک عمومی پیغام
- علم سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں
- ملک کا بدلتا سیاسی منظر نامہ
- مدارس کے تحفظ کے لئے ان کا ......
- ذات پات کا نظام اور اسلامی تعلیمات
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

سیاست: اسلامی نقطۂ نظر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

نبی اور رسول دنیا بھر کے انسانوں میں سب سے زیادہ ممتاز اور کار خلافت کے لیے موزوں ترین انسان ہوتے ہیں، ان کے اقوال، اعمال، کیرکٹر اور کردار کی حفاظت من جانب اللہ کی جاتی ہے، کیوں کہ آگے انہیں جو کام کرنا ہے، اس کے لیے کردار کی بلندی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، تاکہ لوگ ان کی بات پر کان دھریں اور گم گشتہ لوگ راہ ہدایت پا سکیں، اس کام میں ان کی مدد وحی الٰہی کے ذریعہ کی جاتی ہے، اس طرح وہ ایک ایسی جماعت تیار کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں جن کا اللہ رب العزت سے مضبوط رشتہ ہوتا ہے، اور وہ اس خلافت ارضی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

انسان سے انسان کا رشتہ سماجی بنیادوں پر ہو تو اخلاقیات کہتے ہیں، اور اس رشتہ میں حکومت کے قیام اور اس کے تعلقات کی جد وجہد ہو تو اسے سیاسیات کہتے ہیں، توجہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی طرف ہو تو مکارم اخلاق ہے اور حکومت کی طرف ہو تو سیاسیات ہے۔

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی مرحلے میں افراد سازی پر توجہ دیا اور مکارم اخلاق سے امت کو آراستہ کرنے کی جد وجہد کیا، ایمان وعمل صالح کی طرف لوگوں کو بلایا، پھر جب پوری جماعت تہذیب نفس کے منزل سے گذر گئی تو ایسا معاشرہ وجود میں آگیا ہے جو خود بخود ہلکی سی توجہ سے ملکی سیاست کے اسرار ورموز پر واقف ہو جا گئی اور حکومت الہیہ نے حقیقت کا روپ دھارن کر لیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان وعقائد اعمال وافعال کے اعتبار سے صحابہ کرام کی تربیت کی تھی، اور یہ تربیت اس قدر مکمل تھی کہ اللہ نے انہیں اپنی رضا کی بشارت دی، یہ جماعت خود بھی راضی برضاء الٰہی تھی، پھر جب آپ مدینہ تشریف لے گیے تو اس منتخب جماعت کے لیے ممکن ہو سکا کہ اسلامی اصول واقدار پر حاکمیت کی بنیاد رکھی جائے، اس کام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ کار اپنایا، اس میں دنیا میں رائج تنازع للبقا کے اصول کو رد کر دیا، رواج یہ تھا کہ ہر قبیلہ اور ریاست اپنی بقا کے لیے جنگ پر آمادہ ہوتا تھا، زندگی کا کوئی تصور بغیر جنگ کے نہیں ہوتا تھا اور لوگ ہر وقت اس کے لیے تیار رہتے تھے، شاعر نے کہا کہ۔

زندگی جنگ است جاناں بہر جنگ آمادہ شو   نیست ہنگام تغافل بے درنگ آمادہ شو

یعنی پیارے زندگی جنگ کا نام ہے اس لیے جنگ کے لیے تیار رہو، مہلت کا وقت نہیں ہے، بے خوف وخطر آمادہ ہو، اس ماحول میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ”تنازع للبقا“ کے اصول کے بجائے ”بقائے باہم“ کا اصول دنیا کو دیا جو سیاست میں بالکل نئی چیز تھی، ”بقاء باہم“ کی بنیاد پر آپ نے میثاق مدینہ کیا جو آج بھی معاہدہ کے لیے ماڈل اور نمونہ سمجھا جاتا ہے، اس معاہدہ کی رو سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم مان لیا گیا اور آپ نے ہر مذہبی جماعت کو اس کے اپنے دین پر چلنے کی آزادی دیدی، اور دفاعی امور میں سب کو شریک کر لیا، یہ پہلا سیاسی معاہدہ تھا، جس نے مسلمانوں کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے، اور بدی سے روکیں گے“۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کی بنیاد اس بات پر تھی کہ جاہلیت کا کوئی طریقہ رائج نہیں کیا جائے گا، امور مملکت یا تو وحی الٰہی سے طے ہوں گے یا مشورے سے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ ہمارے درمیان پیش آجائے، جس کے بارے میں نہ کوئی امر ہو اور نہ نہی تو ایسی صورت میں آپ کا کیا ارشاد ہے، فرمایا: اس بارے میں عبادت گذار اور دیانت دار ماہرین شریعت سے مشورہ کر لیا کرو، اور انفرادی رائے اختیار نہ کرو۔“

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اسلامی سیاست میں بنیادی حیثیت حاصل تھی؛ بلکہ مملکت کے قیام کا مقصد ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مزاج بنانا تھا، اور طے کر لیا گیا تھا کہ وہ بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے معاون ہوں گے اور گناہ کے کاموں میں تعاون نہیں کیا جائے گا، اس سیاست میں جن لوگوں کا عمل دخل ہوگا، ان کے لیے بنیادی شرط یہ رکھی گئی کہ وہ عہدے کے طالب نہیں ہوں گے، ذاتی زندگی میں وہ ایمان دار خدا ترس، نیک اور امانت دار ہوں گے، ان کے اندر حد سے گذرنے اور فساد فی الارض کا مادہ نہیں ہونا چاہیے، ان کے اندر حکومت کرنے کی ذہنی اور جسمانی صلاحیت ہونی چاہیے، وہ اہل علم بھی ہوں اور معاملہ فہم بھی، جو لوگ بھی حکومت کریں گے ان کے لیے عدل وانصاف کا قیام ضروری ہوگا، اور ظلم وجور کے خاتمہ کے لیے کام کرنا ہوگا، اس حکومت میں رعایا کو ان کے حقوق دیے جائیں گے، ان کے جان ومال عزت وآبرو، نیز ان کی نجی زندگی محفوظ رہے گی، رعایا کو ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق ہوگا، اور شرعی اصول وحدود اور ادب واحترام کے ساتھ اظہار خیال کی آزادی ہوگی، غیر مسلموں کو بھی اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہوگی اور ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھا جائے گا، رنگ ونسل زبان اور علاقہ کی بنیاد پر تفریق نہیں کی جائے گی؛ کیونکہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اس بنیاد پر کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر برتری حاصل ہوگی، برتری کا معیار تقویٰ ہوگا۔

اسی طرح رعایا کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے حاکم کی اطاعت کریں گے اور کسی بھی امرِ معروف میں نافرمانی سے گریز کریں گے، قانون کی پابندی کا خیال رکھیں گے اور نظم ونسق میں خلل نہیں ڈالیں گے، ملک پر وقت آئے تو جان ومال کی قربانی پیش کریں گے۔

جنگ وصلح سے متعلق خارجہ پالیسی میں بدعہدی سے بچا جائے گا اور معاہدہ ختم کرنا ضروری ہوا تو اس کی اطلاع مخالف فریق کو دی جائے گی، عہد وپیان کا خیال رکھا جائے گا اور اس میں مکر وفریب کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی، صلح پسندی حکومت کا موقف ہوگا، جو گروپ دشمنی پر آمادہ نہ ہو اس سے دوستانہ برتاؤ کیا جائے گا، جو لوگ ظلم وزیادتی کریں گے، ان سے بدلہ لینے میں زیادتی نہیں کی جائے گی۔

سیرت مبارکہ میں ان اصولوں کی عملی تنفیذ کے واقعات کثرت سے موجود ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حکمراں ہو اس کو بھاری حساب دینا ہوگا اور وہ سخت عذاب کے خطرے میں مبتلا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاست کے جو اصول مقرر کئے تھے اور جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی عمل پیرا رہے، دھیرے دھیرے امت نے ان اصولوں کو چھوڑ دیا، جس کی وجہ سے اسے حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا اور سیاست غیر اسلامی بن کر رہ گئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی پہلے ہی کر دی تھی، مسلم شریف کتاب الایمان کی روایت ہے کہ ”پھر ان کی جگہ نالائق لوگ لے لیں گے، جو کہیں گے وہ کریں گے نہیں، اور وہ کام کریں گے جس کا حکم نہیں دیا گیا ہے، پس جو کوئی ان کے خلاف ہاتھ، زبان اور دل سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے، اس سے کم تر ایمان کا ذرہ برابر بھی درجہ نہیں ہے۔“ نسائی شریف کی ایک روایت ہے کہ میرے بعد کچھ لوگ حکمراں ہونے والے ہیں، جو ان کی جھوٹ میں تائید اور ان کے ظلم میں مدد کرے، وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں۔“ ایک روایت میں ہے کہ عنقریب تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے، جن کے ہاتھ میں تمہاری روزی ہوگی، وہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے، کام کریں گے، تو بُرے کام کریں گے، وہ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے، جب تک تم ان کے بُرے کاموں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو، پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارہ کریں، پھر اگر وہ تجاوز کریں تو اس تجاوز کے نتیجے میں جو شخص قتل کیا جائے وہ شہید ہوگا۔

آج کی خدا بیزار اور ظلم وجور پر مبنی سیاست میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہو رہی ہے، ایسے موقعوں سے ان ہدایات پر ہمیں سختی سے عامل ہونا چاہیے کہ یہی راہ نجات ہے۔ اور ہمیں اس دور کی سیاست کو سمجھنا چاہیے، جس کے بارے میں شاعر نے کہا ہے۔

سیاست کی اپنی اک الگ زبان ہے   لکھا ہو جو اقرار، انکار پڑھنا

اچھی باتیں

”انسان کو خوش کرنا ہو تو اس کے ہر جائز ناجائز کام کو ٹھیک کہو اور اگر اللہ کو راضی رکھنا ہے تو حق اور سچ کا ساتھ دو، باقی آپ کی مرضی ☆ میں نے زندگی سے پوچھا تو اتنی مشکل کیوں ہو، زندگی نے ہنس کر کہا، دنیا آسان چیزوں کی قدر نہیں کرتی ☆ ماں، باپ کے ساتھ تمہارا سلوک ایسی کہانی ہے جو لکھتے تم ہو، لیکن تمہاری اولاد تمہیں پڑھ کر سناتی ہے ☆ دوسروں کی مدد کرنے کا وقت کسی کے پاس نہیں ہے، لیکن دوسروں کے کام میں ٹانگ اڑانے کا وقت سب کے پاس ہے ☆ کچھ تکلیفیں ہمارا امتحان لیتے نہیں، بلکہ اپنے ساتھ جڑے لوگوں کی پہچان کرانے آتی ہیں ☆ اچھے انسان کی سب سے پہلی اور آخری نشانی یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی بھی عزت کرے جس سے کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے۔“ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

”ایک خاص طبقے کو نشانہ بنانے کے واقعات میں روز بروز اضافے ہو رہے ہیں، وقتی طور پر ہائے توبہ ہوتی ہے اور پھر سارے کے سارے معاملے سرد خانے میں ڈال دیے جاتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ شر پسندوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور ملک میں خوف وہراس کا ماحول بنتا جا رہا ہے، اس طرح کے واقعات کا رونما ہونا صرف ایک طبقے کی بے عزتی اور اس کو جسمانی وذہنی اذیت دینے تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ اس کے دور رس نتائج ملک کی سالمیت کے لیے بھی خطرناک ہیں، بالخصوص ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں ایسے غیر جمہوری وغیر آئینی واقعات کا رونما ہونا لمحۂ فکریہ ہے۔“ (ڈاکٹر مشتاق احمد انقلاب ۲۱؍ مارچ ۲۰۲۴ء)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مانگنے والوں کو نہ جھڑکئے

"قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے، رات کے وقت کی، جب تاریکی گہری ہو جائے، آپ کے رب نے آپ کو نظر انداز نہیں کیا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے اور یقیناً آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور جلد ہی آپ کو آپ کا رب اتنا کچھ عطا فرمائیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے کیا، اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا کہ آپ کو پناہ دی ،آپ کو راستہ سے ناواقف پایا تو رہنمائی کی، آپ کو غریب پایا تو دولت مند کر دیا، تو یتیم پر سختی نہ کیجئے اور مانگنے والے کو نہ جھڑکئے اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہئے" (سورۃ الضحیٰ)

وضاحت: قرآن مجید کی اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے محسن انسانیت حضرت محمدؐ کی دلجوئی و دلداری اور ان پر بے پایاں رحمتوں اور نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا ہے، اس لئے آپ کسی کی باتوں سے ہرگز کبیدہ خاطر نہ ہوئیے آپ کے دشمن مغلوب ہوں گے اور آپ کا دین غالب ہوتا جائے گا، آپ کا آپ کے رب کے نزدیک بلند مقام ہے جو اولین و آخرین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا، پھر اللہ رب العزت نے تین نعمتوں کا خصوصیت سے تذکرہ کیا اول یہ کہ آپ یتیم تھے آپ کے والد عبداللہ کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب آپ مادر شکم میں تھے، جب آپ کی ولادت ہوئی تو چھ ماہ کے بعد والدہ بھی رخصت ہو گئیں اللہ نے آپ کے چچا ابو طالب کے دل میں آپ کی شفقت و محبت ڈال دی، انہوں نے آپ کی اچھی طرح پرورش و پرداخت کی، اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کیجئے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرمؐ یتیم بچوں سے حد درجہ محبت کرتے تھے، ان کے سروں پر دست شفقت پھیرتے، دوسری نعمت یہ کہ اللہ نے آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جس سے بڑھ کر کوئی عزت و شرف نہیں ہو سکتا اور تیسری نعمت یہ ہے کہ آپ غریب تھے اللہ نے آپ کی محتاجی کو دور کر دیا، جب آپ بڑے ہوئے تو اللہ نے آپ کی شادی حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے کرا دی وہ ایک دولت مند خاتون تھیں جنہوں نے اپنی دولت آپ کے قدموں میں رکھ دی، اس کا شکرانہ یہ ہے کہ آپ غریبوں اور محتاجوں کو کچھ نہ کچھ دے کر واپس کیجئے یا کم سے کم اچھے انداز میں اس کو واپس کر دیجئے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و عمل کے ذریعہ ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہے اور اللہ نے جو پیغام دے کر مبعوث کیا اسے لوگوں تک پہونچاتے رہے، اس لئے امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ سماج کے بے سہارا اور پریشان حال لوگوں کی دست گیری کرے اور اپنی حلال کمائی سے ان کی مدد کرے، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اسلامی معاشرہ میں ہر شخص کے مال و دولت پر دوسرے افراد کا بھی حصہ ہوتا ہے، زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ راہ خدا میں خرچ کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور ایسے مال میں خیر و برکت کا ذریعہ تصور کیا گیا ہے، اپنے قریبی رشتہ داروں پر صلہ رحمی کی بنیاد پر خرچ کرنے کو عبادت قرار دیا گیا اور ان کو دینے پر دو اجر کے ملنے کا مژدہ سنایا گیا، ایک قرابت داری کے سبب اور دوسرے رضا الٰہی کا ذریعہ، اسی طرح سماج کے ایسے پریشان حال لوگوں کی بھی مدد کرتے رہنا چاہئے، جو اپنی خود داری کی بناء پر دست سوال دراز نہیں کر سکتے ہیں اور ان کے اندر کی ضمیر بھی اس بات کے لئے آمادہ نہیں کہ لوگوں سے مانگتا پھرے، آپ خود آگے بڑھ کر ان کی مدد کیجئے، یہ عمل بھی اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔

گداگری سے بچئے

"مایزال الرجل یسأل الناس حتی یاتی یوم القیامۃ لیس فی وجھہ مزعمۃ لحم" حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آوے گا قیامت کے روز اس حال میں کہ اس کے چہرے پر گوشت کی بوٹی تک نہ ہوگی" (مشکوۃ شریف، ج:۱)

مطلب: اسلام گداگری اور بھیک منگی کو قطعاً پسند نہیں کرتا، وہ جہاں روحانی قدروں کو فروغ دینے اور عقائد کی اصلاح پر زور دیتا ہے، وہیں معاشی ترقی کے میدان میں جدوجہد کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے، اس لئے ایسا تندرست و توانا آدمی جو محنت و مزدوری کر کے کسب معاش کر سکتا ہے، وہ پیشہ وارانہ انداز میں کشکول گدائی لئے در در مانگتا پھرے، دروازوں پر خدائی واسطہ دے کر دست سوال دراز کرے، یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے، مومن کو دینے والا بننا چاہئے اور سوال کی ذلت سے اپنے کو حتی الامکان بچانا چاہئے، اس لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کسی ضرورت مند آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسی لے کر جنگل جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کے لائے اور بیچے اور اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ سوال کی ذلت سے اپنے کو بچائے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے، پھر خواہ اس کو دیں نہ دیں، انہیں بنیادوں پر مذکورہ حدیث میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن سوال کرنے والے کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا بھی نہ ہوگا اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ سوال کرتے وقت سائل کے چہرے پر ذلت و نکبت کے نقوش نمایاں ہوتے ہیں، وہ گڑگڑاتا ہوا اپنی پیشانی کو بل دیتا ہے اور اپنی بدحالی کی عکاسی کرتا ہے، تاکہ دینے والے کے دل نرم پڑ جائیں جو کہ ایک بڑی عادت ہے، ہاں اگر کسی کو اس کی محتاجی اور مفلوک الحالی نے دست سوال پر ہی مجبور کر دیا، معذور انسان ہے، مختلف امراض جسمانی میں مبتلا ہے اور اس کی آمدنی کے ذرائع و وسائل بھی ہر طرف سے معدوم ہو چکے ہیں تو ایسی صورت میں سماج کے اصحاب ثروت کو اپنی حلال کمائی سے ان کی مدد کرنی چاہئے اور انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسلامی معاشرت میں ہر شخص کے مال و دولت پر دوسرے حاجت مندوں کا بھی حصہ ہے، اس لئے انہیں دینا کار ثواب ہے، بلکہ سماج کے ایسے پریشان حال لوگوں کی مدد کرنا چاہئے جو اپنی خودداری کی بنا پر دست سوال دراز نہیں کرتے، آپ خود آگے بڑھ کر ان کی مدد کیجئے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے آپ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

نکاح، حقوق و فرائض

آج کل نئی نسل میں دینی تعلیم کا رجحان بہت کم ہے جس کی وجہ سے وہ معاشرتی اور ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سے ناواقف ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ شب و روز کی لڑائی جھگڑا اور کیس مقدمہ میں گھر برباد ہو رہا ہے، خاندان ٹوٹ رہا ہے اور سارا چین و سکون ختم ہے۔ سوال یہ ہے کہ نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان تعلقات کیسے ہوں ایک دوسرے کے کیا حقوق و فرائض ہیں۔ تفصیل سے بتایا جائے تاکہ اس کی روشنی لوگوں خصوصاً نئی نسلوں تک پہونچائی جا سکے۔

الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شریعت کی نگاہ میں نکاح ایک پاکیزہ، محترم و مستحکم اور پائیدار رشتہ ہے جس کے ذریعہ دو اجنبی مرد و عورت زندگی کے نرم و گرم میں ایک دوسرے کا رفیق و ہمدم اور ساتھی بن کر رہتے اور زندگی گزارنے کا عہد و پیمان کرتے ہیں، اسلام اس عہد و پیمان میں استقلال و پائیداری اور استحکام و مضبوطی چاہتا ہے، تاکہ ازدواجی زندگی کا سفر خوشگوار اور فرحت بخش ماحول میں کامیابی کے ساتھ طے ہو، ارشاد ربانی ہے۔ یا ایھا الذین امنوا أوفوا بالعقود، (المائدۃ: ۱) اے ایمان والو عہد پورے کیا کرو۔ وأخذن منکم میثاقا غلیظا (النساء: ۲۱) اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ أحق الشروط أن توفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج تمام شرطوں میں وہ شرطیں سب سے زیادہ پوری کی جانے کے لائق ہیں، جن کے ذریعہ تم نے شرمگاہ کو حلال کیا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح باب شروط فی المھر) پھر یہ کہ خالق کائنات نے میاں بیوی کے اس رشتہ میں ایسی الفت و محبت ڈال دی جو دوسرے رشتے میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا: ومن آیاتہ أن خلق لکم من انفسکم أزواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم: ۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان محبت کو زیادہ کر دے۔ لم تر للمتحابین مثل النکاح (ابن ماجہ) یہ اس لئے تاکہ خاندانی نظام او وہ گھر جسے اللہ تعالیٰ نے امن و سکون اور سلامتی کا گہوارہ بنایا ٹوٹنے پھوٹنے اور اجڑنے سے بچ جائے، کیونکہ خاندان کا ٹوٹ جانا اور گھروں کا اجڑ جانا بہت بڑا حادثہ ہے، جس کے سد باب کیلئے شریعت مطہرہ نے زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کا احترام ملحوظ رکھنے، شرافت، حسن سلوک تحمل اور بردباری جیسی عظیم صفات پیدا کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس کے بغیر الفت و محبت کا پیدا ہونا اور ایک خوشگوار و کامیاب زندگی گذارنا ممکن نہیں ہے، اس نے مردوں کو بطور خاص اس بات کی تاکید کی کہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت اور شریفانہ زندگی بسر کرے، کیونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ مرد کو گھر کا کھیا اور ذمہ دار ہونے کی وجہ سے جو برتری اور فوقیت حاصل ہے اس کا غلط فائدہ اٹھا کر اپنی بیوی کو حقیر و کمتر سمجھنے لگے اور اس پر ظلم و ستم کرنے لگے، فرمایا عاشروھن بالمعروف اور ان کے ساتھ اچھی طرح گزر بسر کرو۔ اس نے یہ حکم اس حال میں بھی دیا جبکہ بیوی شوہر کو نہ بھاتی ہو فرمایا إن کرھتموھن فعسیٰ أن تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ (النساء: ۱۹) اگر وہ تم کو نہیں پسند آتی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ نے اس میں بہت سی خوبیاں رکھی ہوں البتہ اگر ناپسندیدگی اس حد تک پہونچ جائے جس سے ازدواجی زندگی سخت دشوار اور متعذر رہو اور شریعت کے حدود پر قائم رہنا مشکل ہو تو پھر تسریح باحسان پر عمل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شوہر اپنی بیوی سے بغض نہ رکھے اگر اس کی نظر میں اس کی کوئی خصلت و عادت ناپسندیدہ ہو تو اس کی دوسری خصلت و عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ لا یفرک مومن مومنۃ ان کرہ منھا خلقا رضی منھا آخر (مسلم ۱/ ۴۷۵) یہ ارشادات ازدواجی زندگی اور حسن معاشرت کے وہ راہنما اور زریں اصول ہیں جن سے بڑے سے بڑا نزاع خود بخود حل ہو جاتا ہے، غصہ کا جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اور انسان اطمینان و سکون کی سانس لیتا ہے، کیونکہ ہر انسان کے سارے کردار اور ساری خصلتیں بری نہیں ہوتیں، کچھ عادتیں بری ہوتی ہیں تو کچھ اچھی بھی ہوتی ہیں۔ لہذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے ان اچھے افعال و اخلاق کو پیش نظر رکھے جو پسندیدہ ہیں اور جو اخلاق و عادات ناپسندیدہ ہیں ان پر صبر و تحمل سے کام لے، محبت و نرمی اور حکمت عملی سے ان کی اصلاح کی کوشش میں لگا رہے ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر غیظ و غضب اور سختی سے گریز کرے کیونکہ اس کی اصلاح اور درستگی کا معاملہ بڑا نازک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کی تخلیق سب سے ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے، اگر تم پسلی کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر پسلی کو اپنے حال پر چھوڑ دو تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہے گی۔ (صحیح مسلم ۱/۴۷۵، باب الوصیۃ بالنساء) اس لئے اگر اس کے ٹیڑھے پن کو درست کرنے کے لئے سختی سے کام لیا گیا تو اس کا انجام توڑ پھوڑ یعنی طلاق کی صورت میں ظاہر ہوگا جو ان عورتوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بچوں کے لئے اور خود اپنے لئے باعث ندامت و شرمندگی ہوگا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استوصوا بالنساء خیرا (صحیح مسلم ۱/ ۴۷۵) اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو (ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرو اور یہ توقع چھوڑ دو کہ وہ سب باتوں میں تمہاری مرضی اور خواہش کے مطابق چلیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 15 مورخہ ۱۲/شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۲/اپریل ۲۰۲۴ء روز سوموار

زوال پذیر ہندوستانی سیاست

ہندوستانی سیاست، انحطاط اور زوال کے آخری پائیدا پر پہونچ گئی ہے، نہ تو نظریات کا پاس ہے اور نہ ہی قربت وتعلقات کا خیال، ہر لیڈر ٹکٹ اور عہدوں کے حصول کے لیے سرگرداں ہے، آیا رام گیا رام کا بازار گرم ہے، کانگریس کے لوگ بھاجپا میں اور بھاجپا کے لوگ ٹوٹ کر کانگریس میں جا رہے ہیں، جدیو سے ٹوٹ کر راجد اور راجد سے جدیو کی طرف رخ کرنے والوں کی کمی نہیں ہے، جس نے پالا بدلا اور جس پارٹی میں گیا وہاں اس کا ٹکٹ پکا ہو جاتا ہے، اس کی وجہ سے اتحادیوں کو دشواری بھی پیش آتی ہے، پپو یادو کا نام پورنیہ سے کانگریس نے طے کر دیا، اعلان ہو گیا، اب بیما بھارتی جدیو سے ٹوٹ کر راجد میں گئی ہیں اور خبر یہ ہے کہ لالو پرشاد نے انہیں راجد کا ٹکٹ پورنیہ سے دے دیا ہے، پپو یادو مصر ہیں کہ ہم مر جائیں گے پورنیہ نہیں چھوڑیں گے، اس اڑیل رویہ سے عظیم اتحاد کو خطرہ لاحق ہے، اس پالا بدلنے کا دوسرا نقصان ان کارکنوں کو اٹھانا پڑتا ہے جو برسوں سے محنت کر رہے ہیں، پارٹی کے لیے کام کرتے ہیں اور اچانک ''دل بدلو'' آ کر ٹپک پڑا اور ٹکٹ لے اُڑا، اس کے نتیجے میں مقامی کارکنوں کی جو حوصلہ شکنی ہوتی ہے وہ کبھی کبھی پارٹی کی ہار کا بھی سبب بنتا ہے، سیاست کے گلیاروں میں نظریات، افکار، سیکولرزم وغیرہ جیسے الفاظ از کار رفتہ ہو گیے ہیں، اب جو جتنا بے شرم ہے، جتنی گالیاں بک سکتا ہے، مسلمانوں کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے، ضمیر فروشی کر سکتا ہے، دنگے فساد کروا سکتا ہے، وہی سب سے بڑا لیڈر بن جاتا ہے، عہدے، مناصب، کرسی اور ٹکٹ سب اس کی جھولی میں آ جاتے ہیں، حالت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ مجھے بہار کے ایک بڑے لیڈر نے کہا کہ انہیں اپنے والدین سے شکایت ہے کہ انہوں نے غنڈہ کیوں نہیں بنایا، آج ٹکٹ غنڈوں اور موالیوں کو دیا جاتا ہے، شرفاء اپنی شرافت کی وجہ سے چھانٹ دیے جاتے ہیں، کمیونسٹ پارٹی کے علاوہ کوئی اس گندگی سے خالی نہیں ہے، صرف کمیونسٹ پارٹی تنہا ہندوستان کی ایسی پارٹی ہے، جس کے لوگ پارٹی بدلنے کا کام نہیں کرتے، ان کی زبان مخالفین کو گالیاں دینے کے لیے نہیں پھسلتی، وہ مذہب کی سیاست نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں کرسیوں کی لالچ ہوتی ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ ایک بار جیوتی بسو نے وزیر اعظم کا عہدہ ٹھکرا دیا تھا، اور پارٹی لائن سے اوپر اٹھ کر اس عہدہ کو قبول کرنا گوارہ نہیں کیا تھا، اس کو کہتے ہیں نظریات پر جمے رہنا، کمیونسٹ کی تینوں پارٹیاں، ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی، مارکسوادی کمیونسٹ پارٹی اور مالے تینوں میں یہ خصوصیات مشترک ہیں، آپ ان کے نظریات سے اختلاف کر سکتے ہیں، ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے، لیکن بے لگام اور نظریات شکن اس دور میں ان کے اقدار ونظریات سے جڑے رہنے کی اس ادا کی ستائش ہونی چاہیے اور ان سیاست دانوں کی جو بے پینڈی کے لوٹے کی طرح ادھر اُدھر لڑھکتے رہتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہیں، سیاست میں شفافیت اور بدعنوانی کو ختم کرنے کے لیے ایسا کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، لیڈر تو بے راہ رو ہو گیے اب عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا قبلہ درست کرے، اس لیے جمہوریت میں عوام کی طاقت بڑی طاقت ہوتی ہے اور اس کی حوصلہ شکنی کے بعد سیاسی پارٹیاں بھی اس اقدام سے باز آ سکیں گی، سارا کچھ کرسی اور ووٹ کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے اور وہ اگر حاصل نہیں ہو تو لیڈران بھی پالا بدلنے کی ہمت نہیں کریں گے اور پارٹیاں بھی انہیں قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں گی، اس طرح یہاں صاف ستھری سیاست کو فروغ مل سکتا ہے، باقی کرنا آپ کو ہی ہے، ہم تو صرف نیک وبد حضور کو سمجھائے جا رہے ہیں۔

مدارس اسلامیہ پر لٹکتی تلوار

آسام میں مدارس کو اسکول میں تبدیل کرنے، لکھنؤ ہائی کورٹ بینچ کے اتر پردیش مدرسہ بورڈ کو آئین کے خلاف قرار دینے اور بہار میں 1981 کے ایکٹ میں ترمیم کر کے اسے بے اثر کرنے کے بعد پورے ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کے وجود پر تلوار لٹک گئی ہے، زد میں صرف ملحقہ مدارس ہی نہیں، آزاد مدارس بھی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی میں مدارس کا منظور شدہ تعلیمی مرکز کے طور پر کوئی ذکر نہیں ہے، اور جب اسے تعلیمی مرکز مانا ہی نہیں گیا ہے تو اس میں پڑھنے والے بچے لازمی تعلیم قانون کے تحت پڑھنے والے قرار نہیں دیے جا سکیں گے، بلکہ غیر تعلیمی مرکز میں ان بچوں کو روک لینے کی وجہ سے مدارس کے ذمہ داران اور گارجین موجب سزا بھی ہو سکتے ہیں، ماضی میں بھی یہ مرحلہ پیش آیا تھا، حضرت امیر شریعت سابع مولانا محمد ولی رحمانیؒ نے طویل لڑائی لڑ کر مکاتب، پاٹھ شالے، گروکل وغیرہ کو اس سے مستثنیٰ کرایا تھا، کانگریس کی حکومت تھی اور کپل سبل عہدے پر تھے، چنانچہ ترمیم کرائی گئی، نئی تعلیمی پالیسی میں لازمی تعلیم ایکٹ کو صراحتاً معطل نہیں کیا گیا ہے، لیکن عمر کی قید میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے وہ عملاً معطل ہو گیا، ایسے میں تمام مذہبی قائدین کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ اس انتہائی مفید تعلیمی مرکز مدرسہ کو ہندوستان میں جاری رکھنے کی کیا شکل ہو سکتی ہے، ہمارے کئی مفکرین کی رائے ہے کہ نصاب میں تبدیلی کر کے اسے علوم دینیہ اور عصریہ کا ملغوبہ بنا دیا جائے اور اسکول کے نام پر اس سلسلے کو جاری رکھا جائے، یہ تجویز بظاہر ہے تو بہت خوش کن اور قابل عمل، لیکن نتیجہ وہی مدرسہ کے وجود کا اختتام ہوگا، ماضی میں اس قسم کے تین تجربے کیے گیے اور تینوں ناکام رہے ہیں، پہلا تجربہ انگریز دور حکومت میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کا ہوا تھا، عصری علوم اس کے نصاب کا لازمی جز بنایا گیا، آج وہ مدرسہ نہیں، عالیہ یونیورسٹی ہے اور حدیث وقرآن کے موضوعات علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی طرح شعبہ دینیات اور اسلامک اسٹڈیز میں سمٹ کر رہ گیے ہیں، یہ شعبہ یوں ہی چل رہا ہے، لڑکے بھی نہیں ملتے ہیں، یعنی مدرسہ عالیہ ختم ہو گیا۔

دوسرا تجربہ ندوۃ اور خود دار العلوم دیوبند نے بعض عصری علوم کو شامل کر کے کیا تھا وہاں دوسری طرف کے کوئی قابل ذکر افراد پیدا نہیں ہو سکے، معاملہ صرف خانہ پُری کا رہا یعنی یہاں مدرسہ غالب رہا اور عصری علوم کی وجہ سے کوئی بڑی تبدیلی نہیں آ سکی، تیسرا تجربہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ نے کیا، اس کی اسناد کو عصری تعلیم گاہوں کے مساوی قرار دینے کے لیے نصاب کے کان بار بار مروڑے گیے، علامہ سید سلیمان ندوی کے بنائے ہوئے نصاب کو کالعدم کر کے بات یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ اب مولوی دینیات کا ایک شعبہ بچ گیا ہے، بقیہ مولوی آرٹس، مولوی سائنس اور مولوی کامرس اور بھی پتہ نہیں کیا کیا کر دیا گیا، جدید تر کرنے کے زعم میں ساری تعلیم کا کباڑا ہو گیا، آخری دور میں ثناء الہدیٰ قاسمی نصابی کمیٹی کی سفارشات جسے ''تاریخ مدرسہ بورڈ۔ تاریخ وتجزیہ'' میں دیکھا جا سکتا ہے کو بھی مان لیا جاتا تو بات کچھ باقی رہ جاتی، لیکن ''ہر کہ آمد بنیاد نو ساخت'' کے جذبہ نے یہاں جس طرح مدارس کی روح نکالی وہ اظہر من الشمس ہے اور عیاں را چہ بیاں کے تحت کچھ لکھنا وقت ہی ضائع کرنا ہے۔

مدارس اسلامیہ کے اس کردار کو مجروح کرنے میں وہ دانشور طبقہ بھی پیش پیش ہے، جس کی توجہ کا مرکز کنونٹ اور کوچنگ کلچر کو فروغ دینا ہے، ان کے نزدیک محدث، مفسر، فقیہ اور عربی زبان وادب کے ماہرین کی کوئی حیثیت نہیں ہے، انہیں ڈاکٹر، انجینئر، آئی ایس، آئی پی ایس چاہیے، وہ چاہتے ہیں کہ مدرسہ کے ملبہ پر یہ کام کریں، زکوٰۃ وخیرات کی رقم امپاورمنٹ کے نام پر ان پر لگائی جائے، یہ صرف خیالات نہیں ہے، حالیہ ایک تقریب میں اس کے بے ڈھنگے مظاہر دیکھنے اور سننے کو ملے، ایک دانشور نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ مولوی لوگ ارکان اربعہ سے آگے بڑھتے ہی نہیں ہیں، یہ تو بنیاد ہے، پورا اسلام تھوڑے ہی نہ ہے، بنیاد کو عمارت نہیں کہتے، بالکل صحیح کہا، لیکن بنیاد کی اینٹ ہی غائب ہو اور کھسک جائے تو اسلام کی عمارت ڈاکٹر انجینئر آئی ایس، آئی پی ایس پر کھڑی ہونے سے رہی، مدارس اسلامیہ والے بنیادوں کو مضبوط کرتے ہیں تاکہ کسی کے لیے بھی اسلام کی مضبوط عمارت پورے مالہ وماعلیہ کے ساتھ کھڑا کرنا ممکن ہو سکے، اس کام کے لیے امت مسلمہ کو مدارس اسلامیہ اور علماء کا شکر گذار ہونا چاہیے نہ کہ اس کی قبر کھودنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

چار فی صد مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کی اہمیت کم کر کے مدارس کے کھنڈر پر جو عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ امت مسلمہ کی بنیادوں کو کمزور کرنے والی ہوگی، چھیانوے فی صد طلبہ جو اسی مقصد سے پڑھتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر انجینئر، آئی ایس، آئی پی ایس بنیں گے، ساری توانائی لگا کر اس میں خاطر خواہ اضافہ اب تک نہیں ہو سکا ہے تو ان چار فی صد کے ملبے سے کیا انقلاب آئے گا، آپ خوب سوچ سکتے ہیں۔

جماعت کا سبق

ہم پنج وقتہ نمازوں کی جماعت میں حاضر ہوتے ہیں، امام کی اقتدا کرتے ہیں، اس کے ہر عمل سے اپنا عمل ملاتے ہیں، وہ جب تکبیر تحریمہ کہتا ہے تو ہم بھی تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، جب وہ رکوع میں جاتا ہے تو ہم رکوع میں چلے جاتے ہیں، وہ جب سجدہ میں جاتا ہے تو ہم بھی سجدہ میں چلے جاتے ہیں، اس کے تشہد پر ہم تشہد کرتے ہیں اور اس کے سلام پھیرنے پر نماز ختم کر دیتے ہیں، امام کی ایسی اقتدا اور اتباع کو ہم جماعت کہتے ہیں، بازار میں جو ازدحام ہے، اسے جماعت نہیں کہتے، پلیٹ فارم کی بھیڑ بھی جماعت نہیں کہلاتی، کیوں کہ وہاں صرف مجمع ہوتا ہے، ہر آدمی اپنی دُھن میں مگن، ہر ایک کے حرکات وسکنات الگ الگ اور ہر ایک کی مشغولیت جدا جدا، لوگ جب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، باہر سے کوئی پوچھتا ہے کہ جماعت ہو گئی، لوگ کہتے ہیں کہ ابھی جماعت نہیں ہوئی، مسجد میں مقتدی حاضر ہیں اور امام بھی موجود ہے، لیکن جب تک مقتدی امام کی اتباع واقتداء کی نیت نہیں کرتے اور عملاً اس کی پیروی نہیں کرتے، اس وقت تک جماعت قائم نہیں ہوتی، اتباع واقتداء کی یہ خاص کیفیت جو مسجد میں پائی جاتی ہے، اسلام کا مطالبہ ہے کہ باہر کی زندگی میں بھی ایسا ہی ہو، ہم نماز کے علاوہ بھی اپنی زندگی، جماعت کے ساتھ گزاریں ہمارا ایک امیر ہو، ان کے کہنے پر چلیں، معروف میں اس کی بات سنیں اور مانیں، قرآن کریم میں جو أُولُوْ الأمْرِ کی اطاعت کی بات کہی گئی ہے اس کا یہی مطلب ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام جماعت کے بغیر نہیں ہے اور جماعت امارت کے بغیر نہیں، اور امارت اطاعت کے بغیر نہیں۔ ﴿لَا إسْلَامَ إلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةَ إلَّا بِإمَارَةٍ وَلَا إمَارَةَ إلَّا بِطَاعَةٍ﴾

جب زندگی میں جماعت کا یہ تصور قائم ہوتا ہے تو اللہ کی نصرت اور مدد آتی ہے اسی کو ﴿ید اللہ علی الجماعة﴾ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اگر آدمی انفرادی زندگی گزارتا ہے تو وہ بہت کمزور ہوتا ہے، یہ کمزوری ہر اعتبار سے آتی ہے اور جس طرح سے لکڑی کے ایک ٹکڑے اور رسی کے الگ الگ دھاگے کو آسانی سے توڑا جا سکتا ہے اسی طرح وہ شخص جو جماعت سے کٹ کر زندگی گزارتا ہے اس کی حیثیت کٹی پتنگ کی ہوتی ہے جس کو ہوا کے ہلکے جھونکے بھی نامعلوم سمت اڑا لے جاتے ہیں۔

پھر مسجد میں جو جماعت قائم ہوتی ہے اس میں بڑا چھوٹا نہیں دیکھا جاتا، ذات پات نہیں دیکھی جاتی، علاقائی اور لسانی بنیادوں پر تفریق نہیں ہوتی، مالک، مزدور، غریب وامیر، کالا گورا اور ہر علاقہ کا آدمی جماعت میں شریک ہوتا ہے، کسی کا نسب نہیں پوچھا جاتا ہے اور نہ زبان، نہ علاقہ پوچھا جاتا ہے نہ مشاغل، اسلام باہر کی زندگی میں بھی اسی سوچ کے پروان چڑھانے اور اسی فکر کو عام کرنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے، آدمی کے جماعت میں شریک ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتا ہے اور جن چیزوں پر اجمالی یا تفصیلی ایمان رکھنا ضروریات دین سے ہے وہ اس کا معتقد ہے۔

اسلام کی یہی وہ روشن تعلیمات ہیں جس کی وجہ سے بلال رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے، صہیب رضی اللہ عنہ روم سے آئے، سلمانؓ فارس سے آئے اور پتہ نہیں کتنے لوگ کن کن علاقوں سے آ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر ایک امت اور ایک جماعت بن گئے اور ان کی دربار رسالت میں ایسی پذیرائی ہوئی اور ایمان کی حلاوت نے ان کے قلب میں ایسا گھر کر لیا کہ وہ وہیں کے ہو کر رہ گئے، دنیا کی ساری آسائشوں کو تج دیا، بیوی بچے تک کو چھوڑنا گوارہ کر لیا، لیکن ایک امت اور ایک جماعت بن کر زندگی گزارنے کا جو تصور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا تھا، اس سے سر مو انحراف کو تیار نہیں ہوئے، اس وحدت اور جماعت نے ان کو پوری دنیا میں غالب کر دیا۔ اور اسلام کا جھنڈا سارے عالم پر لہرانے لگا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ کھٹکہ: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا حمید الدین مظاہریؒ

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے سابق قاضی شریعت جوگبنی حضرت مولانا قاضی ثمیر الدینؒ کے سب سے چھوٹے حقیقی بھائی مولانا محمد حمید الدین صاحب مظاہری سابق صدر مدرس ومعاون ناظم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ مدھوبنی ضلع سوپول کا 24 جنوری 2024 مطابق 13 رجب 1445ھ کو شب کے اخیر حصہ میں تین بجکر پینتالیس منٹ پر انتقال ہوگیا، وہ قلب کے ساتھ کڈنی کے بھی مریض تھے، کئی مہینوں سے ڈائلاسس پر چل رہے تھے۔ جنازہ کی نماز ان کے داماد حافظ محمد عیسیٰ رحمانی نے پڑھائی اور علماء، صلحاء، اور مسلمانوں کے بڑے مجمع نے مدھوبنی ضلع سوپول کے مقامی قبرستان میں انہیں سپرد خاک کیا، پس ماندگان میں اہلیہ چار صاحب زادے محمد عامر، اشرف، فیضان، وصی اور دو صاحب زادی رونق پروین وراحت پروین حی القائم ہیں۔

مولانا محمد حمید الدین مظاہری بن منشی محمد عثمان بن صفدر بن خیر علی (محمد) بن لال محمد 8 مارچ 1964 کو ارریہ ضلع کی مشہور بستی کھابدہ رواہی میں محمد عثمان صاحب کے محل ثانی کے بطن سے پیدا ہوئے، محل اولیٰ سے ان کو ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں جن میں سے ایک ساجدہ خاتون حاجی عارف رحمانی ناظم جامعہ رحمانی کی والدہ محترمہ ہیں اس طرح مولانا حمید الدین صاحب حاجی عارف رحمانی کے ماموں اور مولانا ارشد رحمانی آفس سکریٹری امارت شرعیہ کے حقیقی چچا تھے، کھابدہ رواہی، فاربس گنج سے دس کیلومیٹر پر واقع ہے اور علماء کی بستی شمار ہوتی ہے۔

مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد منشی محمد عثمان اور منشی محی الدین صاحب سے حاصل کی، آگے کی تعلیم کے لیے جامعہ رحمانی مونگیر گیے، جہاں عربی سوم تک کی تعلیم پائی، ولی کامل حضرت مولانا منت اللہ رحمانی امیر شریعت رابعؒ کی نگرانی اور کامل اساتذہ علامہ اکرام علی، مولانا زبیر احمد، مولانا حسیب الرحمٰن، مولانا فضل الرحمٰن سہرساوی، مولانا فضل الرحمٰن سمستی پوری رحمہم اللہ وغیرہ سے کتابیں بھی پڑھیں اور آداب زندگی سیکھنے کی بھی سعادت پائی، وہاں سے اعلیٰ تعلیم کے لیے مظاہر علوم سہارنپور کا سفر ہوا، 1406 مطابق 1986 میں یہیں سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی، یہاں ان کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین، مولانا محمد اطہر، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری، مولانا سید وقار علی، مولانا سلمان رحمہم اللہ اور مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں، جن سے مولانا نے علوم وفنون میں درک پیدا کیا ان کے رفقاء درس میں مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی بانی جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ مدھوبنیؒ، مولانا جمیل احمد مظاہری، مولانا ریاض احمد، مولانا محمد فاروق اور مولانا عبدالمتین رحمانی کا نام آتا ہے۔

مولانا کے پر دادا خیر علی (محمد) صاحب اصلاً مدھوبنی ضلع سوپول کے قریبی گاؤں ''برمترہ'' کے باشی تھے، لیکن کوسی ندی کے غرق آب کرنے کی غیر معمولی صلاحیت کی وجہ سے نقل مکانی کر کے پہلے مدھوبنی سوپول اور پھر مرچیا ندی میں کوسی کے غضب، اچھال اور سیلاب کو دیکھ کر رواہی کھابدہ ارریہ آبسے، اس طرح دیکھا جائے تو مولانا کے خاندان نے دوبار نقل مکانی کی۔ مولانا مرحوم کی شادی حاجی ٹولہ مدھوبنی سوپول کے محمد شہاب الدین صاحب کی صاحب زادی سے ہوئی، چنانچہ آپ نے مستقل بود وباش مدھوبنی میں ہی اختیار کرلیا اور یہیں کی مٹی میں مدفون ہوئے جو ان کا پوری زندگی میدان عمل تھا۔

تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ تجوید القرآن انارکلی مسجد نزد مظاہر علوم سے کیا، انارکلی مسجد میں امامت کی ذمہ داری بھی آپ نبھاتے رہے، لیکن جلد ہی انہوں نے اپنے گاؤں کھابدہ رواہی کے مدرسہ فیض ملت کو اپنی خدمات سپرد کردیں، پھر جب مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے گاؤں کے مکتب کو مدرسہ کی شکل دینے کا فیصلہ لیا تو وہ پہلے دن سے اسی ادارے کے ساتھ ہوگیے اور بے سروسامانی کی حالت میں اس ادارے کو پروان چڑھانے میں مفتی عثمانی کے دست وبازو بن کر کام کیا، 5 ستمبر 1999 کو اس مدرسہ میں بحیثیت مدرس بحالی عمل میں آئی، یہ سلسلہ دسمبر 2004 تک جاری رہا، بوجوہ انقطاع کے بعد 6 مارچ 2005 کو دوبارہ تقرری عمل میں آئی اور ترقی کر کے 6 شوال المکرم 1420 کو صدر مدرس بنائے گیے۔ 21 جنوری 2007 میں تنازل ہوگیا تو وہ کارگذار صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرنے لگے، یہ سلسلہ 15 فروری 2007 تک چلا، 6 مارچ 2005 سے ہی وہ معاون ناظم کے طور پر کام کرتے رہے، مولانا کو ان عہدوں کی نہ حرص تھی اور نہ طلب، اس لئے مفتی عثمانی مرحوم نے جہاں بیٹھا دیا بیٹھ گئے، جو کام حوالہ ہوا کرنے لگے، نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ۔

ان کا رنگ گہرا سانولا تھا، لیکن دل کے صاف تھے، وہ تن کے اُجلے من کے کالے نہیں تھے، امانت داری اور دیانت داری میں ممتاز تھے، کم سخن نہیں کم گو تھے، تحمل، برداشت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، ورنہ جاننے والے جانتے ہیں کہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی علیہ الرحمۃ کے ساتھ دیر تک نباہ کرنا اور دور تک ان کا ساتھ دینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا تھا، مولانا حمید الدین مرحوم کا شمار آخری حد تک صلح کل کے حاملین میں ہوتا تھا، مولانا کی صلہ رحمی قرابت داروں کا خیال اور مہمان نوازی مشہور تھی، مدرسہ کے طلبہ پر شفقت ان کی مثالی تھی، گلستان بوستان اور عربی کی ابتدائی کتابوں کی تدریس کا خصوصی ملکہ تھا اور طلبہ ان کی افہام وتفہیم کی صلاحیت سے پورے طور پر مستفید ہوتے تھے۔ تدریس میں بچوں کی نفسیات کی رعایت کیا کرتے تھے، مولانا پان کے بڑے شوقین تھے، ایک خاص سلیقہ سے پان کے مصالحہ جات کو الگ الگ رکھتے، خود بناتے، کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے۔ ان کے پان بنانے کے شوق کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری یاد آئے جو خود ہی پان بناتے او رفرماتے کہ پان بنانے کا مزہ پان کھانے سے زیادہ لذت انگیز ہوتا ہے۔

مولانا سے میری ملاقات مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانیؒ کے واسطے سے ہوئی تھی، مہہ وسال یاد نہیں، موقع جامعۃ القاسم میں کسی جلسہ کا تھا، ملک کے بڑے علماء مدعو تھے، میں بھی بلالیا گیا تھا، اسی موقع سے مولانا کو قریب سے دیکھنے سمجھنے، پرکھنے کا موقع ملا، ان کی صلاحیتوں اور قوت برداشت کا اندازہ ہوا، پھر بار بار جامعہ میں مختلف پروگراموں کے حوالے سے شرکت ہوتی رہی، اور یہ تعلق قربت میں بدلتا گیا، مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانیؒ کے انتقال کے بعد دو ملاقاتیں ہوئیں، ایک موقع وہ تھا جب میں مفتی صاحب کے انتقال کے بعد تعزیت اور ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوا تھا، دوسری ملاقات طلبہ کی انجمن کے اختتامی پروگرام میں ہوئی تھی، معلوم ہوا کہ بیمار ہیں، جامعہ نہیں آسکیں گے، وہ ہارٹ کے مریض ہوچکے تھے اور ڈاکٹر نے ان پر سخت پابندیاں لگا رکھی تھیں، پھر بھی ان کی محبت تھی کہ وہ مجھ سے ملنے آئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے، صحت کے اعتبار سے اچھے نہیں تھے، لیکن بات چیت سے اس کا اندازہ کم ہی ہوتا تھا۔

لیکن جانا تو ہر ایک کو ہے، مولانا عارضہ قلب اور کڈنی کا مرض ہی مرض الموت ثابت ہوا، جامعۃ القاسم مدھوبنی سوپول کے لیے بانی جامعہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانیؒ کے انتقال کے بعد یہ دوسرا بڑا سانحہ ہے، پہلے سانحہ سے مفتی محمد انصار اور قاری ظفر اقبال مدنی ابھرنے اور نکلنے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ اس دوسرے سانحہ نے ان سب کو اندر سے توڑ اور جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ظاہری سہاروں کی حیثیت محض اسباب کی ہوتی ہے، اصل سہارا وہ خالق کائنات ہے جو سب کی سنتا ہے، سب کو دیکھتا ہے، اور سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل اور جامعۃ القاسم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین

کتابوں کی دنیا کھٹکہ: حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

یادوں کے چراغ جلد پنجم

یادیں انسانی فطرت میں ازل سے شامل ہیں اور ابد تک باقی رہیں گی۔ ہر زندہ جاوید انسان میں یادوں کا گلشن آباد ہوتا ہے، یہ انسانی فطرت سے نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے۔ یادوں کے یہ لمحے خوشگوار بھی ہوتے اور درد سے بھرے ہوئے بھی۔ غم کے تھپیڑے ہوں یا خوشی کے جھونکے؛ انسان ہر دن یادوں کے باغیچے میں پھول اور کانٹوں سے الجھتا ہے اور یادوں کے سہارے ماضی کی سیر کرتا ہے اور ذہن ودماغ اس کا اثر قبول کرتا ہے۔

یادیں سبھی کے پاس ہوتی ہیں، لیکن یادوں کے اس میلے کو تاریخ کا حصہ بنا دینا کم ہی لوگوں کو آتا ہے۔ مبارکباد کے مستحق ہیں محترم مولانا ومفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ؛ جنہوں نے یادوں کے چراغ روشن کئے ہیں، وہ تصویریں بنائی ہیں جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، ان کی اس نقاشی میں تربیت ونصیحت کے ساتھ مستقبل کی آگہی بھی ہے۔ یادیں جب خوشگوار اور تاریخ ساز ہوں تو اس کی قدر وقیمت کسی زمانے میں کم نہیں ہوتی، یادوں کا یہ میلہ نوع انسانی کو بہت کچھ دے جاتا ہے۔ مفتی صاحب نے جن شخصیات پر قلم اٹھایا ہے، وہ بے حد قابل قدر ہیں۔

صاحب کتاب کا نام علمی اور صحافتی دنیا میں محتاج تعارف نہیں، وہ امارت شرعیہ کے ترجمان 'نقیب' کے مدیر ہیں، ہر ہفتہ سلگتے ہوئے حالات پر سنجیدہ اداریہ لکھتے ہیں جو قدر کی نگاہ سے پڑھا جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب 'یادوں کے چراغ' خاکوں کا دل کش گلدستہ ہے جس میں ہر طرح کے پھول شامل ہیں۔ اس میں جن اکابرین، دانشوران اور بزرگوں کو روشن کیا گیا ہے، ان کو پڑھ کر خیالات اور عملی زندگی میں بہاؤ تیز ہوجاتا ہے، خوشی اور غموں کی زنجیر سے بندھی ان کی یادیں، کارنامے اور زندگی کا جہد مسلسل ہمیں بہت کچھ دیتا ہے، جس زاویے سے پڑھیں گے رشک وتحسین کا احساس ہوگا اور ہمارے ارادوں اور جذبات کو حوصلہ ملے گا۔ یادوں کی یہ خوبصورتی ذہن پر دستک دے گی اور ہمیشہ نعمت خداوندی کا احساس کراتی رہے گی اور ہم بجھے ہوئے ارادوں کے دیا جلانے پر مجبور ہوں گے۔ یہ کتاب نہ صرف بڑوں کے بڑکپن اور ان کی زندگی سے روبرو کراتی ہے، بلکہ امیدوں اور حسرتوں کی نئی دنیا کی بھی سیر کراتی ہے۔ مفتی صاحب نے یادوں کا جو چراغ روشن کیا ہے، اس کی لو کبھی مدھم نہیں ہوگی اور یادوں کے اس سحر میں لوگ کھو جائیں گے، کیونکہ اس میں تجربات اور تاریخ کے ساتھ انوکھا پیغام بھی ہے۔ ہماری زندگی کا ہر دن یادوں کے نقش بناتا ہے، لیکن زندگی کے سفر میں چند ایسی بھی یادیں ہوتی ہیں جو اپنی خاصیت کے اعتبار ولحاظ سے لاثانیت کا درجہ رکھتی ہیں، مفتی صاحب نے ایسے پُرکھوں کے اقدار، روایات کو زندہ جاوید بنانے کی سعادت حاصل کی ہے، انہوں نے مرحومین کے ساتھ بہ قید حیات کچھ چاند ستاروں کو بھی روشن کیا ہے اور ان کی زندگیوں کو بابرکت بنانے کی بھی دعائیں کی ہیں۔

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی قابل رشک تخلیق کار، زندہ دل مصنف، سنجیدہ اور سلجھے ہوئے عالم دین ہیں۔ مصروفیتوں کی بھیڑ میں بھی ان کا قلم نہیں رکتا، اب تک پچاس سے زائد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، مجھے حیرت ہوتی ہے کہ لکھنے کیلئے کیسے وقت نکال لیتے ہیں۔ وہ گزشتہ کئی دہائیوں سے مسلسل لکھ رہے ہیں، نقیب کے ساتھ ملک کے مشہور اخبارات میں پابندی سے ان کے مضامین اور کالم چھپ رہے ہیں۔ ان کے یہاں موضوعات کا تنوع ہے، وہ اردو زبان وادب کی تمام اصناف پر لکھتے ہیں، جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں، اس کا حق ادا کرتے ہیں، ان کی تحریریں ملک اور بیرون ملک دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں۔

امید ہے کہ اس کتاب کو بھی لوگ شوق سے پڑھیں گے، بزرگوں کو یاد کریں گے اور مفتی صاحب کو دعائیں دیں گے۔ پروردگار اس خدمت کو قبول فرمائے، آمین یارب العالمین۔

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

: مولانا رضوان احمد ندوی

انعامات الٰهیه کی صحیح پهچان حاصل کریں: ہارون رشید اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے، پینے کیلئے پانی منگوایا، قریب میں مجذوب صفت بزرگ تھے حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے، جب ہارون رشید پانی پینے لگے تو انہوں نے ہارون رشید سے کہا کہ ایک منٹ رک جائیں وہ رک گئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا امیر المؤمنین! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ کو اس وقت پیاس لگ رہی ہے اور پانی کا گلاس آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ بتائیں کہ اگر آپ کو ایسی ہی پیاس لگ رہی ہو تو آپ کسی جنگل یا صحراء میں ہوں اور وہاں پانی موجود نہ ہو اور پیاس شدت کی لگ رہی ہو تو آپ ایک گلاس پانی حاصل کرنے کے لئے کتنی دولت خرچ کردیں گے، ہارون رشید نے جواب دیا کہ اگر شدید پیاس کی حالت میں پانی نہ ملے تو چونکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں موت ہے تو اپنی جان بچانے کے لئے میرے پاس جتنی دولت ہوگی، خرچ کردوں گا تاکہ جان بچ جائے، یہ جواب سننے کے بعد بہلول مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب آپ بسم اللہ پڑھ کر پانی پی لیجئے۔

جب امیر المؤمنین پانی پی چکے تو حضرت بہلول مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! میں ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں انہوں نے پوچھا کیا سوال ہے؟ بہلول مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سوال یہ ہے کہ یہ پانی جو آپ پیا ہے اگر یہ پانی آپ کے جسم کے اندر ہی رہ جائے اور باہر نہ نکلے اور پیشاب بند ہوجائے، مثانے کے اندر پیشاب بھرا ہوا ہے اور باہر نکلنے کی صورت نہیں ہے تو اس کو باہر نکالنے کے لئے آپ کتنی دولت خرچ کردیں گے، ہارون رشید نے جواب دیا کہ اگر پیشاب نہ آئے بلکہ پیشاب آنا بند ہوجائے اور مثانہ پیشاب سے بھر جائے تو یہ صورت بھی ناقابل برداشت ہے، اس لئے اگر کوئی شخص اس کے علاج کے لئے جتنی دولت مانگے گا میں دیدوں گا، بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! اس کے ذریعہ میں یہ حقیقت بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی پوری سلطنت کی قیمت ایک گلاس پانی پینے اور اس کو باہر نکالنے کے برابر بھی نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارا نظام مفت میں دے رکھا ہے، مفت میں پانی مل رہا ہے اور مفت میں بدن سے خارج ہورہا ہے اس کے خارج کرنے کے لئے کوئی قیمت اور پریشانی نہیں پڑی۔ (اصلاحی واقعات: ص: ۲۳)

تهجد کی نماز پڑه لو: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ لکھا ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روزانہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھا کرتے تھے، ایک دن تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلی حتی کہ وقت نکل گیا چونکہ اس سے پہلے کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوٹی تھی، پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ تہجد کی نماز چھوٹ گئی، چنانچہ اس کی وجہ سے ان کو اس قدر ندامت ہوئی کہ سارا دن روتے گذار دیا کہ یا اللہ مجھ سے آج رات تہجد کی نماز چھوٹ گئی، جب اگلی رات کو سوئے تو تہجد کے وقت ایک بزرگوار نے تشریف لاکر آپ کو تہجد کی نماز کے لئے جگانا شروع کیا کہ اٹھ کر تہجد پڑھ لو، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ گئے اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہی بدنام زمانہ ابلیس ہوں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارا کام تو انسان کو غفلت میں مبتلا کرنا ہے، نماز کے لئے اٹھانے سے تمہارا کیا کام؟ شیطان نے کہا اس سے بحث مت کرو جاؤ تہجد کی نماز پڑھ لو اور اپنا کام کرو، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں پہلے بتاؤ وجہ کیا ہے؟ مجھے کیوں اٹھا رہے تھے، جب بتاؤ گے نہیں میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا، جب بہت اصرار کیا تو شیطان نے بتایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ گذشتہ رات آپ پر میں نے غفلت طاری کردی تھی تاکہ آپ کی تہجد کی نماز چھوٹ جائے۔ چنانچہ آپ کی نماز چھوٹ گئی، لیکن اس کے نتیجے میں آپ نے سارا دن روتے روتے گذار دیا اور اس رونے کے نتیجے میں اتنے درجات بلند ہوگئے کہ اگر آپ اٹھ کر تہجد پڑھ لیتے تو آپ کے اتنے درجات بلند نہ ہوتے یہ تو ہمارا بڑے خسارے کا سودا ہوا اس لئے میں نے سوچا کہ آج آپ کو اٹھادوں تاکہ اور زیادہ درجات کی بلندی کا راستہ پیدا نہ ہو۔

خاندانی فطرت اپنا اثر دکھاتی ہے ! ہشیم بن عدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنی ناقہ پر سوار سفر کر رہا تھا، راستہ میں ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس شام ہوگئی، میں نے وہاں نزول کیا خیمہ میں ایک عورت موجود تھی اس نے کہا آپ کون؟ میں نے کہا مہمان ہوں، اس نے کہا میرے پاس مہمان کی کیا ضرورت ہے صحرا و جنگل کشادہ اور وسیع ہے، کہیں جاکر ٹھہر جاؤ، اس کے بعد اٹھی گیہوں لیا اس کو پیسا اور روٹی پکایا اور بیٹھ کر کھانا شروع کیا تھا کہ اس کا شوہر آگیا، وہ اپنے ساتھ دودھ لے کر آیا، اس نے سلام کیا اور مجھ سے پوچھا آپ کون؟ میں نے کہا مہمان ہوں اور کہا "اھلاً و سھلاً" حیاک اللہ اللہ تمہیں حیات بخشیں تمہاری عمر طویل ہو اور پیالہ دودھ سے بھر کر مجھے پلایا پھر کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ آپ نے کچھ کھایا نہیں اور اس نے آپ کو کھلایا نہیں، میں کہا اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں کھایا، بس وہ غصہ میں بھرا ہوا گھر میں داخل ہوا۔

افسوس کہ تم نے خود تو کھالیا اور مہمان کو ویسا ہی چھوڑ دیا، اس نے کہا مجھ سے اس سے کیا مطلب کیا میں اس کو اپنا کھانا کھلا دیتی (پھر میں کیا کرتی) دونوں کے درمیان بات بڑھتی گئی اور غصہ میں اس کو اتنا مارا کہ زخمی کردیا، پھر چھری لیا اور میری اونٹنی کو ذبح کردیا میں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کریں، یہ کیا کیا، اس نے کہا اللہ کی قسم میرا مہمان بھوکا نہیں سوئے گا، پھر اس نے لکڑی جمع کیا اور آگ جلائی اور گوشت بھون کر مجھے بھی کھلا رہا تھا اور خود بھی کھا رہا تھا اور اپنی بیوی کو بھی دیتا تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی اس کو کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے روزی نہ دیں۔

الغرض صبح ہوئی اور مجھے چھوڑ کر کہیں چلا گیا، میں غمزدہ بیٹھا ہوا تھا جب دن چڑھا تو واپس آیا اور اپنے ساتھ ایسا خوبصورت اونٹ لے کر آیا کہ اس کو دیکھتے جی نہ اکتائے، دیکھنے والا اس کو دیکھتا ہی رہ جائے اور کہا کہ یہ تمہارے اونٹ کے بدلے میں ہے اور گوشت اور ماحضر لے کر مجھے رخصت کیا، میں وہاں سے نکلا، کچھ دور ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس پہونچا میں نے سلام کیا خیمہ کے اندر سے ایک خاتون نے میرے سلام کا جواب دیا پوچھا کون آدمی ہے میں نے کہا مہمان ہوں، اس نے کہا آپ کو مرحبا آپ کو اللہ تعالیٰ باحیات رکھیں اور عافیت سے نوازیں، میں اس جگہ ٹھہر گیا اس نے گیہوں لیا، آٹا پیسا، اس کو گوندھا اور روٹی پکایا اور مسکا اور دودھ میں ڈبو کر میرے سامنے رکھ دیا اور ایک پلیٹ میں تلی ہوئی مرغی بھی رکھ دیا اور کہا کھایئے اور کوئی کمی رہ گئی ہو تو معذرت قبول کیجئے، ابھی زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ایک بدصورت اعرابی نمودار ہوا اس نے سلام کیا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا، اس نے پوچھا آپ کون؟ میں نے کہا کہ مہمان ہوں، تو کہنے لگا مہمان کی ہمارے یہاں کیا ضرورت؟ پھر اندر گیا اور کہا کہ کھانا لاؤ، بیوی نے کہا کہ میں نے تو کھانا مہمان کو کھلا دیا، اس نے کہا اچھا میرا کھانا تم نے مہمان کو کھلا دیا (اب میں کیا کھاؤں گا) پھر دونوں میں بات بڑھی اس نے بیوی کو اتنا مارا کہ سر زخمی ہوگیا مجھے یہ سارا منظر دیکھ کر ہنسی آرہی تھی، میں ہنس رہا تھا، وہ اندر سے میرے پاس آگیا کہنے لگا کہ کیوں ہنس رہے ہو، میں نے اس کو پچھلا واقعہ اعرابی اور اس کی بیوی کا سنایا وہ مجھ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا یہ عورت جو میرے پاس ہے اس اعرابی کی بہن ہے جس کے پاس تم نے کل قیام کیا تھا اور وہ عورت جو اس اعرابی کے پاس تھی وہ میری بہن ہے، ہشیم کہتے ہیں میں نے تعجب کی حالت میں رات وہاں گذاری اور صبح کو وہاں سے روانہ ہوگیا۔ (حیوۃ الحیوان الکبریٰ: ۳۰۰/۲)

مقام عبرت: قصہ مذکورہ بڑا قابل عبرت ہے، خاندانی عادت و فطرت آسانی سے بدلتی نہیں، وہ اپنا اثر دکھا کر رہتی ہے، پہلی خاتون کا شوہر کس قدر فیاض اور مہمان نواز تھا کہ مہمان نوازی کا سامان نہ ہونے پر اس نے مہمان کا اونٹ ذبح کرکے ضیافت کا حق ادا کیا، پھر اس کو اس کا نعم البدل دیا اور ایسے فیاض کے تحت ہونے کے باوجود بیوی کی خاندانی فطرت اور بخل میں کوئی تغیر نہ آیا۔

اسی طرح دوسرا اعرابی جو بدخلق تھا مہمان کے حق سے ناآشنا تھا اپنے پیٹ کے آگے مہمان کی خاطر داری نہ کرسکا، باوجودیکہ ایسی نیک دل بیوی، حق شناس اس کے پاس موجود تھی، یہی ہے جس کو کہا گیا، جبل گردد جبلت نہ گردد۔ اگر کوئی کہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے کھسک گیا تو تسلیم کرلو مگر فطرت بدل جائے یہ مشکل ہے۔

صوفیاء کرام اسی لئے مجاہدہ اور ریاضت کرواتے ہیں، تاکہ جو اخلاق سیئہ انسان کے اندر ہیں وہ دب جائیں اور اخلاق حسنہ اجاگر ہوجائیں، اسی واسطے وہ کہتے ہیں کہ مجاہدہ اور تربیت سے امالہ ہوتا ہے، ازالہ نہیں ہوتا جس کا حاصل یہ ہے کہ طبیعت نیکیوں کی طرف راغب ہوجاتی ہے اور خلق بد دب جاتا ہے، نفس اور نفسانی خواہشات دبتی ہیں، فنا نہیں ہوتیں، یہی وجہ سے اگر صحبت صالحین میں ہوتا ہے تو وہاں کچھ اور رنگ ہوتا ہے اور جب وہاں سے دوسرے ماحول میں آتا ہے تو وہ رنگ نہیں رہتا ہے، اسی کی شکایت کیا تھا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "نَافَقَ الْحَنْظَلَةُ" حنظلہ تو منافق ہوگیا۔

اسی لئے کہ جو رنگ دل و دماغ پر مجلس نبوی میں ہوتا تھا گھر وہ رنگ نہیں رہتا تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "سَاعَةً وَسَاعَةً" ہاں بھائی کبھی یہ حال ہوگا اور کبھی وہ حال ہوگا اور فرمایا کہ اگر وہی حال برابر رہ جائے جو میری مجلس میں ہوتا ہے تو فرشتے تم سے راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں، اسی واسطے اکابر قلوب کی نگرانی کی برابر تاکید کرتے رہتے ہیں، نگہداشت بہت ضروری ہے اور اعمال میں سستی کاہلی اور بے توجہی اور غفلت سے ملی ہوئی دولت کھو جاتی ہے، اسی لئے ذکر و اذکار اوراد و وظائف سے آخر تک جڑے رہنے کی تاکید کی جاتی ہے، محاسبہ اور مراقبہ چالو رہتا ہے اور فکر آخرت دن بدن بڑھائی جاتی ہے اور صفت استحضار کی سعی برابر جاری رہتی ہے، غفلت سے روکا جاتا ہے، قرآن کہا "وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ" غافلین میں سے نہ بنو ذاکرین میں رہو "الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں ذاکر رہتے ہیں اور آسمان و زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور اس طور پر بحر محبت و عشق میں غوطہ زن رہتے ہیں اور کسی آن مولیٰ تعالیٰ شانہ، سے غافل نہیں ہوتے، جب یہ کیفیت اور صفت استحضار حاصل ہوجاتی ہے تو ہر وقت یہ منظر اور تصور ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، مجھے دیکھ رہے ہیں، پھر دل و دماغ اعضاء و جوارح کو خلاف مرضی استعمال کرنے کی جرأت و ہمت نہیں ہوتی ہے، جب اس ملکہ اور استعداد کی نگہداشت کرتا رہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ، صفت رسوخ عطا فرماتے ہیں، اس طرح نفس امارہ مغلوب ہوتا جاتا ہے اور نفس لوامہ جو برائیوں پر ملامت کرکے نیکیوں کی طرف لے چلتا ہے وہ مضبوط ہوتا جاتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ، کبھی نفس مطمئنہ عطا فرمادیتے ہیں، جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے: "يَاۤ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً" اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "یہاں نفس سے مراد وہ نفس ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے سکون اور قرار پاتا ہے اور اس کے ترک سے بے چینی محسوس کرتا ہے، یہ وہی نفس ہوسکتا ہے جو ریاضیات و مجاہدات کرکے اپنی بری عادتیں اور اخلاق رذیلہ کو دور کرچکا ہو، اطاعت حق اور ذکر اللہ اس کا مزاج اور شریعت اس کی طبیعت بن جاتی ہے۔ (معارف القرآن: ۷۴۴/۸)

اسی کو کہا جاتا ہے کہ شریعت اس کی طبیعت ثانیہ بن گئی، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انسان ایسی کوشش کرے کہ دین و شریعت اس کا مزاج بن جائے کہ اعمال شریعت کے ترک پر آدمی بھوکھلا جائے، نماز چھوٹنے پر، تلاوت، ذکر کے ناغہ پر ایسا لگے کہ کچھ چھن گیا ہے اور ہردم نگرانی بھی کرتا رہے کبھی غافل نہ ہو اور اپنے کو فارغ نہ تصور کرے اسی کو کہا گیا۔

اندریں رہ می تراش و می خراش	تادمے آخر دمے فارغ مباش

اس راہ محبت و معرفت میں اڈھیر بن میں لگے رہو اور آخری سانس تک اپنے کو فارغ نہ سمجھو اور راہ ترقی میں قدم بڑھاتے جاؤ کیوں کہ۔

اے برادر بے نہایت در گہیست	ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

اے میرے بھائی حق تعالیٰ کے قرب و معرفت و محبت کا دریا بے حد و بے پایاں ہے، اس کی کوئی انتہاء نہیں، اس لئے جہاں تک پہونچے ہو اس پر رکو نہیں آگے کے لئے سعی مسلسل اور عمل پیہم جاری رکھو تھکو ہارو نہیں۔

ع...... کئے جاؤ کوشش میرے دوستو!

اور یہ مدنظر رہے کہ "مَاعَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ" جیسا کہ آپ کو پہچاننے کا حق تھا ہم اس طرح پہچان نہ سکے، جہد و سعی جاری رہے، اللہ سے امیدیں وابستہ رہیں اور ہر وقت اپنے قصور کا اعتراف اور اللہ کی عطا پر نگاہ جمی رہے "وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ" یہ شیطان ہر وقت تاک میں لگا ہوا ہے، اس لئے اس سے برابر ہوشیار رہیں، ورنہ کتنوں کو پہونچتے منزل سے دھکا دیدیتا ہے "حَفِظَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ بِمَا يَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَهُ الصَّالِحِيْنَ"۔

Scanned with CamScanner

روحانی اور مادی زندگی کا ایک عمومی پیغام

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

اس وقت آپ جانتے ہیں کہ سائنس نے پھیلی ہوئی دنیا کو سمیٹ کر بہت مختصر بنادیا ہے، پوری دنیا ایک چھوٹا سا کنبہ بن گئی ہے، ایجادات نے ملنا جلنا اور چلنا پھرنا سہل بنادیا ہے، پہلے پہل گاڑی وغیرہ کے سفر میں بہت دشواری ہوتی تھی، خشکی کے راستہ سے حج کے لئے پیدل چلنے میں دوتین سال لگتے تھے دوسری سواری میں نو مہینے لگتے تھے، لیکن آج سائنس کی ترقیات نے سفر کو سہل بنادیا، بیل گاڑیوں کی جگہ ریلیں چلیں، اور اب تو ہوائی جہاز چلنے لگے جو بمبئی، دہلی، کولکاتہ، چنئی وغیرہ سے جدہ تک ۵،۶ ر گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں، حالانکہ دریا کے راستہ سے یہ نو (۹) دن میں طے ہوتا ہے، اور اب تو ریڈیائی لہروں سے ہوائی جہاز چلانے کے بارے میں سوچا جارہا ہے یعنی انسان بالکل پرندوں جیسے ہوجائیں گے اور گھنٹوں کی مسافت منٹوں میں طے ہوگی اب تو اس کی بھی ضرورت نہیں کہ کوئی بات کہنے کے لئے کہیں جائیں، کسی شہر میں جلسہ ہوتو مقرر وہیں پہونچ کر تقریر کرے، بلکہ ریڈیو کے ذریعہ ساری دنیا سے خطاب کیا جاسکتا ہے، آن لائن بات چیت ہوتی ہے، ان چیزوں نے پوری دنیا کو ایک کنبہ بنادیا ہے، اور سارے ممالک محلوں کی حیثیت میں ہوگئے ہیں، ان ایجادات کا اثر یہ پڑا کہ ملکوں کی خصوصیت مٹتی چلی گئیں اور ایک ملک کا اثر اور اس کے رجحانات دوسری جگہ اثر انداز ہونے لگے، خیالات میں بھی اشتراک پیدا ہوتا جارہا ہے، یعنی جذبات ایک سے، افکار ایک سے، خیالات ایک سے، گویا ساری دنیا یہ چاہتی ہے کہ ہم سب ایک ہوجائیں، برما کے وزیر صحت ہمارے یہاں آئے تھے، ان سے پوچھا گیا کہ آج دہلی کیسے تشریف لانا ہوا تھا، تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حکومت ہند سے کچھ مشورہ کرنا تھا، اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ملک اپنے داخلی معاملات میں بھی خارجی ممالک کی پالیسی کے ماتحت ہے، گویا کہ سیاست داخلی سیاست خارجی سے پوری طرح متاثر ہے، چنانچہ یونائیٹڈ نیشنل کا ادارہ (یو، این، او) یعنی مجلس اقوام متحدہ قائم ہے جو اشتراک ذہن کا نتیجہ ہے، گویا کہ دنیا کی قوموں کے تعصّبات ختم ہوتے جارہے ہیں، حد بندیاں اور خصوصیات ختم ہورہی ہیں، چنانچہ اب یہ صدا اٹھ رہی ہے کہ اگر عالمی امن چاہتے ہوتو چھوت چھات مٹاؤ اور امتیازات کو ختم کرو اسی وقت امن قائم ہوگا۔

گاندھی جی جب دلی آتے تھے تو بھنگی بستی میں قیام کرتے تھے، محض یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اب امتیازات ختم کرنے کا زمانہ آگیا ہے۔ پنڈت پنت صاحب جب رنکھنڈی میں آئے تو انہوں نے ایک ہریجن کے مکان پر قیام کیا، اور اس کے گلاس میں دودھ پیا ان واقعات سے معلوم ہوا کہ تمام قوموں کے اصول بدل رہے ہیں۔

پہلے عوام تابع تھے خواص کے اور اب خواص تابع ہیں عوام کے، پہلے چراغ تلے اندھیرا تھا، اب چراغ کے اوپر اندھیرا ہے، پہلے جو چیزیں چھپانے کی تھی وہ اب برسرعام آگئی، مثلاً دولت عورت، پہلے خواص کی رائے اہمیت رکھتی تھی اب عوام کی رائے کی اہمیت ہے، لہٰذا خواص کو نیچے اترنا پڑے گا اور عوام کو اوپر اٹھنا پڑے گا، حالات یہ بتلارہے ہیں کہ جب ہماری تمدنی اور معاشرتی زندگی ایک جیسی ہوجائے گی، تو پھر قدرتی طور پر یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ ہماری روحانی زندگی بھی یکساں ہو اور مذہبی جذبات بھی یکساں ہوں اس لئے لامحالہ آج کے قبول کئے جانے والے مذہب میں یہ بات ضروری ہے کہ اس میں تعصب نہ ہو، اونچ نیچ نہ ہو، جو مذہب ان تمام خصوصیات میں پورا اترے گا وہی کامیاب ہوگا۔ چنانچہ ایک مذہب نے اعلان کیا ہے **یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ** … الخ گویا تمام اقوام مل کر ایک ہیں جیسے ایک بدن کے اعضاء بنی آدم اعضائے یک دیگر اند۔

ہم نے تم میں قبیلے بنائے تاکہ پہچان باقی رہے، تم میں نسل کے اعتبار سے کوئی بڑائی چھوٹائی نہیں، البتہ عمل کے اعتبار سے بڑائی چھوٹائی رہے گی، پیدائشی اعتبار سے کوئی چھوٹائی بڑائی نہیں، آفتاب اگر چمکتا ہے تو وہ روشنی تقسیم کرنے میں اونچ نیچ نہیں برتتا بلکہ سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق روشنی سے مستفید ہوتے ہیں، شیشہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے روشن ہوتا ہے، اور کالا توا اپنی صلاحیت کے لحاظ سے نمایاں ہوتا ہے، اس نے اعلان کیا کہ عبادت گاہیں کسی کے لئے مخصوص نہیں ہیں، جو زیادہ خشوع سے عبادت کرے گا وہ بڑھ جائے گا، اور جو ایسا نہ کرے گا وہ نیچا رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر رسول کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرے گی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ممبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ سنو اور مانو ایک بوڑھے نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کریں گے، تم خائن ہو، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ میں نے کیا خیانت کی؟ تو اس نے کہا کہ بیت المال سے سب کو ایک ایک چادر ملی ہے لیکن آپ کے بدن پر دو چادریں ہیں، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا جواب میرا بیٹا عبداللہ دے گا، عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں اپنی چادر اپنے باپ کو دے دی تھی، معلوم ہوا کہ اگر امیر اعتراض کرسکتا ہے تو غریب بھی اپنے امیر پر اعتراض کرسکتا ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ آج کے دور میں یہ اعلان مناسب ہوگا کہ اے انسانو! تم ایسے کام کرو جن میں سب کے لئے نفع سب کے لئے عزت، سب کے لئے راحت ہو۔

یا یہ اعلان مناسب رہے گا کہ اے ہندیو! اے عربو! تم صرف اپنا نفع دیکھو، بہر حال اونچ نیچ جو کچھ بھی ہے، عمل کے امتیاز سے ہے، لہٰذا وہی مذہب چل سکے گا جس میں عمومی مساوات موجود ہو، ہم تو کہیں گے کہ اس وقت دنیا نے اسی اصول مساوات سے استفادہ کیا ہے، لہٰذا اب زمانہ کا تقاضہ ہے کہ معاشی اور معاشرتی اور روحانی ہر اعتبار سے یکسانیت ہو، جو گروہ پہلے ہی سے اس ہمہ گیر ذہنیت کو لے کر چل رہا ہے اسے کسی سے لڑنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی، وہ سب کو اپنے اندر سمو سکے گا، بہر حال تعصب سے بچنا پڑے گا، تعصب مختلف اسباب سے قوموں میں پیدا ہوجاتا ہے مثلاً بعض دفعہ اس سے بھی تعصب پیدا ہوجاتا ہے کہ دوسرے کے مقتداء کو برا کہا جائے، لہٰذا سب سے پہلے اس آیت قرآنی میں یہی کہا گیا ہے کہ ''ہم نے مان لیا اللہ کو اور اس کتاب کو جو ہماری طرف اتری ہے'' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ پہلوں پر نازل ہوا اس کو برا کہو، بلکہ یہاں تک ہے کہ جو کچھ پہلے نبیوں، رشیوں، منیوں پر نازل ہوا ہم ان سب کو بھی ان کے وقت کے لئے سچا سمجھتے ہیں، حد بندیوں کے توڑنے کا واحد اصول یہی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں جتنی سچائیاں ہیں انہیں قبول کرے اور کتابوں کو سچا سمجھے اور جو کچھ ان لوگوں نے بعد میں اضافہ یا ترمیم کی ہے، اس کو رد کرے، قرآن کریم نے اعلان کیا ہے کہ ہم نے تمام اقوام میں رسول بھیجے ہیں، شام، دمشق، عرب وغیرہ میں پیغمبر آئے، پھر کیا ہندوستان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا، ضرور آیا، سب سے پہلے تو حضرت آدم علیہ السلام ہی آئے جو لنکا میں اترے، گویا مذہب کی ابتداء ہندوستان سے ہوئی ان کی کنیت ابوالبشر ہے، (یعنی مہادیو) ان کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی قبر اجودھیا میں ہے، پھر ہر ملک اور قوم میں انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے، آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے، تو گویا ہندوستان سے پیغمبری کی ابتداء ہوئی اور عرب پر ختم ہوئی۔

حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک دو جگہیں بہت مقبول ہیں، ایک وہ جس میں حضرت آدم علیہ السلام اترے، دوسری وہ جگہ جس میں کعبۃ اللہ ہے، حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "النبی الخاتم'' اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ مہاتما بدھ نے ہندوستان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی آمد کی اطلاع دی تھی جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نے حضور کی بشارت دی تھی (**و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد**) چنانچہ بدھ کی جان کنی کے وقت بدھ کے ایک شاگرد نندا نے ان سے پوچھا تھا، کہ تمہارے بعد اب ہماری رہنمائی کون کریگا؟ تو مہاتما بدھ نے کہا کہ ہم سے پہلے بہت سے بدھ آچکے ہیں، اور اب ایک آخری بدھ آئے گا، جس کا لقب متریا ہوگا، اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہیے متریا کے معنی ہیں رحمت کے، قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے، ہے، چنانچہ بدھ مذہب والوں نے اکثریت سے اسلام کی تعلیمات قبول کیں۔

قرآن پاک میں ایک جگہ ایک پیغمبر کا نام ذوالکفل فرمایا گیا ہے، مولانا مناظر احسن نے اس کے متعلق اپنے اس خیال کا بھی اظہار فرمایا ہے کہ یہ مقام کپل ہے اور کفل دستو اسی سے بنا ہے کفل اور کپل میں زیادہ فرق نہیں ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو، بہر حال مشرقی ممالک نے اس بشارت کو قبول کیا، اور مغربی ممالک مادیات میں پھنس کر تباہ ہوگئے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے سرہند شریف کے متعلق فرمایا ہے کہ یہاں دو پیغمبر ہیں حضرت مولینا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ گنگا کے پانی میں خصوصی کیفیت محسوس ہوتی ہے، چنانچہ انہوں نے اس پر غور کیا کہ گنگا کہاں سے شروع ہوئی ہے اس کی تلاش میں چل دیئے اور گنگوتری پہونچے، وہاں ایک ہفتہ قیام کیا، اور واپس آکر فرمایا کہ جہاں گنگا کا دہانہ ہے وہاں کسی پیغمبر کے انوار نظر آتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ گنگا کسی پیغمبر کی دعا سے نکلی ہو، جیسے زمزم کا چشمہ حضرت اسمٰعیل کی برکت سے جاری ہوا، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے لکھا ہے کہ رام چندر جی اور کرشن جی کو برا مت کہو، ممکن ہے یہ اپنے وقت کے پیغمبر ہوں، اس لئے نام لے کر انہیں کبھی برا نہ کہو، چنانچہ ان کے پیغامات میں بہت سی باتیں حق ہیں، ممکن ہے بعد کے لوگوں نے خلط ملط کردیا جس طرح عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنی تعلیمات میں خلط کردیا ہے، اسی لئے حکم ہے کہ جن کا نام قرآن وحدیث میں صراحتاً موجود ہے، ان کا نام لے کر مانو اور جن کا نام نہیں آیا ان پر اجمالا ایمان لاؤ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اسلام کی بنیاد ماننے پر ہے نہ ماننے پر نہیں ہے یعنی تصدیق پر دارومدار ہے، تکذیب پر نہیں، بخلاف اس کے یہودیوں کا مدار حضرت عیسیٰ کے انکار پر ہے اور عیسائیوں کا مدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار پر، مگر اسلام نے اپنی بنیاد ماننے پر رکھی ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مذہب کی بنیاد ماننے ہی پر ہوسکتی ہے نہ ماننے پر نہیں، یعنی مذہب کی بنیاد مثبت پہلو پر ہونی چاہئے منفی پہلو پر نہیں۔

بہر حال چونکہ پوری دنیا ایک قبیلہ بن گئی ہے، اس لئے اب حد بندیاں قائم نہیں رہ سکتیں، یہی حال روحانی خیالات اور عقائد کا بھی ہے، لہذا سب سے پہلے تعصبات مٹانے پڑیں گے اور تفریق ختم کرنی ہوگی، اور وطن کی حد بندی بھی ختم کرنی ہوگی، مدار ملک کا کلی امور پر ہوتا ہے جزوی امور پر نہیں ہوتا، اور کلی امور عالمی امور ہیں، ان ہی پر ملک کا دارومدار ہوتا ہے اسی لئے قرآن نے تیرہ سو سال پہلے یہ اعلان کردیا تھا، کسی ملک والے کو دوسرے ملک والے پر فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ (مقالات حکیم الاسلام ص183)

جھگڑوں کو چھوڑیئے

اللہ تعالی کی وحدانیت اور حضور علیہ السلام کی رسالت کے امین مسلمان جنہوں نے پوری دنیا کی قیادت کرتی تھی ہماری زبوں حال کا یہ حال ہے کہ آج ہم گھریلو خاندانی کاروباری چھوٹے بڑے جھگڑوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں، ہماری وہ صلاحیت جو خدمت کاروبار دابین میں صرف ہوتی تھیں وہ آج باہمی جھگڑوں کی نذر ہورہی ہیں، آج ہمارے معاشرہ میں جھگڑوں کی شرح کس قدر ہے اس کا اندازہ حضرات مفتیان کرام سے پوچھے جانیوالے روز مرہ کے سوالات سے لگایا جاسکتا ہے یا وکلاء کے لفافوں میں زیر سماعت مقدمات کو دیکھا جاسکتا ہے، بے صبری اور جلد بازی ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے جس کا مشاہدہ آئے دن سڑکوں اور بازاروں پر کیا جاسکتا ہے، معمولی کوتاہی یا رنجش پر لوگ ایک دوسرے کے دست وگریبان ہوجاتے ہیں، صاحب زور مار پیٹ کرکے اپنی آگ بجھا دیتا ہے تو زیر دست گالم گلوچ کرکے دوسرے کی عزت نیلام کررہا ہے، یوں معمولی معمولی رنجش پر جھگڑوں کا ایک سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، ہماری عدالتوں کچہریوں اور تھانوں میں مقدمات کی بہتات ہمارے قومی مزاج کی آئینہ دار ہے، خاندانی یا کاروباری جھگڑوں کے حل کیلئے اگر انگریزی قانون کا سہارا لیا جائے تو عمریں بیت جاتی ہیں؛ لیکن انصاف ملنا مشکل ہے، خدا بیزار قوموں کے بنائے ہوئے اصول وقوانین سے ایک خدارسیدہ مسلمان کو کب اور کہاں انصاف مل سکتا ہے .... اپنی دنیا کو پُرسکون اور آخرت کو سنوارنے کیلئے جھگڑوں سے بچا جائے اور صبر اور درگزر کرنا مسلمانوں کا دینی واخلاقی شیوہ ہے، جھگڑوں کو چھوڑیئے اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دیجئے اپنا حق معاف کیجئے اور دوسروں کے حق ادا کرنے کی فکر کیجئے پھر دیکھئے کیسی پُرلطف زندگی گزرتی ہے، یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ روزانہ کچہریوں کے چکر لگ رہے ہیں اور خدا کے دشمن انگریز کے قانون سے انصاف کی بھیک مانگی جارہی ہے، بھلا مسلمان کو دشمن خدا سے انصاف ملے گا؟؟ (آج کا سبق:۱۵۹)

Scanned with CamScanner

علم سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں

سہیل ارشد

موجودہ دور کتابوں کا دور ہے۔آج جتنی بڑی تعداد میں پوری دنیا میں کتابیں شائع ہورہی ہیں، شاید پچھلی صدیوں میں اتنی کتابیں شائع نہیں ہوئی ہونگی۔اگر چہ آج کل انٹرنیٹ پر بھی علمی مواد افراط سے دستیاب ہے پھر بھی کتابوں کی اہمیت کم نہیں ہوئی ہے کیونکہ کتابوں کی اپنی افادیت ہے۔30 سال قبل جب انٹرنیٹ کے دور کا آغاز ہوا تھا اس وقت یہ قیاس کیا گیا تھا کہ اس سے کاغذی کتابوں کی اہمیت کم ہوگی لیکن انٹرنیٹ یا ڈیجیٹل کتابیں کاغذی کتابوں کا پوری طرح سے متبادل نہیں بن سکتی ہیں۔آج بھی کتابی میلے لگتے ہیں اور کروڑوں روپئے کی کاغذی کتابیں فروخت ہوتی ہیں۔لیکن اس منظر نامے کا تاریک پہلو یہ ہے کہ اہل اردو میں کتابوں کے تئیں دلچسپی بتدریج کم ہوئی ہے۔اہل اردو کی نئی نسل میں ذوق مطالعہ کا فقدان ہے جبکہ دوسری لسانی قومیتوں میں نئی نسل میں بھی کتابوں کے مطالعہ کا رجحان فروغ پارہا ہے۔حال ہی میں اختتام پذیر کولکاتا کتاب میلے کی رپورٹ میں یہ ذکر کیا گیا کہ نئی نسل کی بھی ایک بڑی تعداد کتاب میلے میں آئی اور کتابیں خریدیں۔لیکن اہل اردو کی نئی اور پرانی نسل دونوں میں ذوق مطالعہ مایوس کن حد تک مفقود ہے۔اہل اردو میں کتابوں کے مطالعے میں عدم دلچسپی کے اسباب کا پتہ لگانا ایک مشکل کام ہے۔اہل اردو میں کتابوں سے دوری کا یہ منظر نامہ بہت پرانا نہیں ہے۔ستر اور اسی کی دہائی تک اہل اردو میں کتابوں اور رسائل کے مطالعے کا ذوق وشوق دوسری لسانی قوموں سے کم نہیں تھا۔اس دور میں مختلف قسم کے رسائل، ناول اور مختلف موضوعات پر دلچسپ، معلوماتی اور معرکہ آراء کتابیں شائع ہوتی تھیں۔اس دور میں اہل اردو میں خواندگی کم تھی کیونکہ اسکول اور کالج کم تھے لیکن اس کے باوجود اہل اردو میں کتابوں اور رسائل کے مطالعہ کا ذوق موجود تھا۔یہی وجہ تھی کہ اس دور کے اردو ادب میں تنوع تھا اور رسائل کے ضخیم نمبر اور خاص شمارے شائع ہوتے تھے جو آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔آج جبکہ تعلیم نسواں عام ہے اردو ادب میں خواتین قلم کاروں کی موجودگی باعث حیرت نہیں لیکن 60ء 70ء اور 80ء کی دہائی میں خواتین قلم کاروں کی موجودگی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس دور میں ادب کا مطالعہ عام تھا اور ادب کے مطالعہ نے ہی ان خواتین میں ادب کے ذوق کی پرورش کی تھی، اس دور میں اہل اردو کے ذوق مطالعہ کو دیکھتے ہوئے لائبریریاں قائم کی گئیں جہاں شام کو رونق رہتی۔بچے جوان اور بزرگ ان لائبریریوں میں اپنی شامیں گزارتے تھے۔خواتین ان لائبریریوں سے ناول اور کتابیں منگوا کر پڑھتی تھیں۔مشاعروں میں بھی عوام کی گہری دلچسپی تھی۔ایک کل ہند مشاعرے کی تشہیر مہینوں پہلے سے ہوتی تھی اور ایک کل ہند مشاعرہ اس علاقے کا ایک غیر معمولی واقعہ ہوتا تھا، لیکن حیرت کی بات ہے کہ جب نوے کی دہائی سے مسلمانوں خصوصاً اہل اردو میں تعلیم کو فروغ ہوا، نئے نئے اسکول اور کالج قائم ہونے لگے اور مسلمانوں کی شرح خواندگی میں اضافہ ہونے لگا تو مسلمانوں اور خصوصاً اہل اردو میں ذوق مطالعہ کم ہونے لگا۔لائبریریاں ویران ہونے لگیں اور رسائل بند ہونے لگے۔مشاعروں میں بھیڑ کم ہونے لگی اور کتابوں میں دلچسپی نہ کے برابر رہ گئی۔

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ جب 90ء کی دہائی سے مسلمانوں میں تعلیم کو غیر معمولی فروغ ہوا تو اس کے ساتھ مسلمانوں میں مذہبی مزاج کو بھی فروغ ہوا۔یہ ایک متوازی رجحان تھا جو مسلم معاشرے میں فروغ پارہا تھا۔اب تک مسلم لڑکیاں اسکول اور کالج برقع میں نہیں جاتی تھیں لیکن اکیسویں صدی کے اوائل سے مسلم لڑکیوں میں برقع کا چلن اسی رجحان کے تحت بڑھا۔جب مسلم معاشرے میں مذہبیت کو فروغ ہوا تو ناول اور ادبی رسالے اور کتابوں کے مطالعہ کو بھی غیر اسلامی اور مخرب اخلاق سمجھا جانے لگا۔اور یہیں سے مسلمانوں خصوصاً اہل اردو میں ادب، تاریخ اور فلسفہ سے دوری پیدا ہونے لگی۔یہ دراصل مذہب کی غلط تعبیر و تاویل کی وجہ سے ہوا ورنہ اسلام صحت مند ادب اور شاعری کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی تاریخ اور سائنس کے مطالعہ کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔بلکہ قرآن کی کئی آیتوں میں مسلمانوں کو سائنسی طرز فکر اپنانے اور سائنسی تحقیق میں دلچسپی لینے کی تلقین کی گئی ہے۔اسی طرح قرآن میں مسلمانوں کو تاریخی مقامات کی سیر کرنے اور پچھلی قوموں سے عبرت حاصل کرنے کی بھی تلقین کی گئی ہے۔مسلمانوں نے علم البیان بھی قرآن سے ہی سیکھا۔علم کو قرآن میں بہت اہمیت دی گئی ہے اور اس کو دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کا وسیلہ بتایا گیا ہے۔اس لئے قرآن میں روحانیت کے ساتھ ساتھ سائنس اور تاریخ پر بھی زور دیا گیا لیا ہے۔سورۃ المجادلہ میں کہا گیا ہے کہ خدا اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بلند کردے گا۔علم سے درجات کی بلندی کا تصور دنیا کے دوسرے مذاہب میں بھی ہے۔بودھ اور ہندو مذہب کے عقیدے کے مطابق انسان مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے اور اس کا اگلا جنم اس کے موجودہ جنم کے کرموں کے نتیجے میں اچھا یا برا ہوتا ہے۔اس کے اگلے جنم میں اس کے درجات کی بلندی یا پستی اس کے علم پر بھی بہت حد تک منحصر ہوتی ہے۔اس جنم میں ایک انسان جتنا زیادہ علم حاصل کرتا ہے وہ اگلے جنم میں اتنی ہی اچھی زندگی پاتا ہے۔یہ عقیدہ بودھوں اور دوسری قوموں میں آخری سانس تک علم حاصل کرنے کی تڑپ پیدا کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جاپان کے لوگ کتابوں کے مطالعہ کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔مسلمانوں میں جو لوگ دنیا اور آخرت میں درجات کی بلندی چاہتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرتے ہیں۔اس کے لئے وہ غور وفکر تحقیق اور کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

لیکن مذہب کی غلط تعبیر و تاویل کی وجہ سے مسلمانوں میں سائنس، ادب اور تاریخ کے مطالعہ کی حوصلہ شکنی کی گئی جس کی وجہ سے مسلمان دنیاوی علوم کی کتابوں میں کم دلچسپی لینے لگے۔خواتین میں بھی گھروں میں ادبی کتابوں اور رسائل کے مطالعہ کا چلن کم ہوتا گیا اور پھر رفتہ رفتہ بالکل اٹھ گیا۔چند سال قبل تک مسلم گھروں میں اردو ڈائجسٹ اور خاتون مشرق جیسے رسالے آتے تھے اب وہ بھی آنا بند ہوگئے۔گھر کے بزرگ نشیمن شوق سے پڑھتے تھے۔ان بزرگوں کے ساتھ اردو کا نشیمن بھی اٹھ گیا۔اب اردو داں مسلمانوں کے گھروں میں مذہبی رسالے اور کتابیں بھی نہیں ملتیں۔لے دے کے چند اردو اخبارات مسلم اکثریتی علاقوں میں آتے ہیں جن سے چند تشنگان زبان وادب اپنی تشنگی بجھاتے ہیں۔ان اخباروں ہی میں انہیں اپنے اپنے ذوق کے لحاظ سے ادبی، تاریخی اور مذہبی مواد مل جاتا ہے۔حیات وکائنات کا ایک محدود تصور رکھنے والی قوم کو اس سے زیادہ اور کیا چاہئے۔

ملک کا بدلتا سیاسی منظر نامہ اور مسلمان!

پروفیسر مشتاق احمد

حال میں دو ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جس سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ ملک کی فضا دن بہ دن کس قدر مکدر ہوتی جارہی ہے۔اگر چہ وطن عزیز کی اکثریت آج بھی ملک کی مشترکہ تہذیب کی پاسداری کیلئے سینہ سپر ہے کہ ملک میں منافرت پھیلانے والوں کیخلاف آواز بلند کررہی ہے۔لیکن اس تلخ سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر مٹھی بھر افراد ملک کے آئین کی دھجیاں اڑارہے ہیں اور اس کیخلاف کوئی ٹھوس کارروائی نہیں ہورہی ہے نتیجہ ہے کہ اس طرح کے سرپھروں کا حوصلہ بڑھتا جارہا ہے۔المناک پہلو یہ ہے کہ اب انتظامیہ میں شامل عملے بھی غیر آئینی حرکت انجام دے رہے ہیں اور ملک کے خاص طبقے کو نشانہ بنارہے ہیں۔پہلا المناک واقعہ دارالحکومت دہلی کے اندرلوک میں رونما ہوا ہے کہ وہاں جمعہ کی نماز پڑھنے والے نمازیوں کو سجدے کی حالت میں اندرلوک تھانہ کی پولیس نے جس طرح زدوکوب کیا وہ نہ صرف غیر قانونی ہے بلکہ غیر مہذبانہ فعل بھی ہے۔واضح ہو کہ جب کبھی انتظامیہ کی جانب سے اس طرح کے غیر آئینی فعل کو انجام دیا جاتا ہے تو اس سے ایک طرف جس طبقے کے ساتھ حادثہ پیش آتا ہے اس کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور وہ عدم تحفظ کا شکار ہوجاتا ہے اور دوسری طرف ان سرپھروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو جان بوجھ کر ملک میں بدامنی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔اگر چہ دہلی پولیس نے اقلیت مسلم طبقے کے نمازیوں کیساتھ بد سلوکی کرنے والے اور سجدہ کی حالت میں زدوکوب کرنے والے پولیس عملہ کو معطل کردیا لیکن اقلیتی طبقے کا مطالبہ ہے کہ اس عملہ کے خلاف قانونی کارروائی کرتے ہوئے اسے برخاست کیا جائے۔یہ مطالبہ بالکل حق بجانب ہے کہ اس حقیقت سے لوگ بخوبی واقف ہیں کہ معطل کرنا ہی کافی نہیں ہے بالخصوص پولیس محکمے میں تو اعلیٰ حکام اپنے ماتحت کے عملے کو بات بات پر معطل کرتے رہتے ہیں اور پھر اس کے معطل نامے رد کردیا جاتا ہے اس لئے معطل نامے کو کوئی بڑی سزا کے طور پر نہیں دیکھا جاتا۔اگر محکمہ پولیس نے مسلمانوں کیخلاف واقعی غیر قانونی اور غیر انسانی فعل انجام دیا ہے تو اس کیخلاف برخاستگی کی کارروائی ہی لازم معلوم ہوتی ہے تاکہ ملک میں یہ پیغام جائے کہ اس طرح کے غیر آئینی فعل کو انجام دینے والے سرکاری عملوں کیخلاف اس طرح کی کارروائی ہوسکتی ہے۔

بہرکیف! دہلی پولیس کی طرف سے مسلم طبقے کے وفد کو یقین دلایا جارہا ہے کہ محکمہ پولیس جلد از جلد ٹھوس کارروائی کریگی۔اب دیکھنا یہ ہے کہ دہلی پولیس جو مرکزی حکومت کے زیر انتظام ہے وہ اس معاملے کو کتنی سنجیدگی سے لیتی ہے۔دوسرا شرمناک واقعہ گجرات کی ایک یونیورسٹی میں رونما ہوا ہے وہاں بھی غیر ملکی مسلم طلباء کو نماز کی حالت میں مار پیٹ کی گئی ہے اور ان کے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں۔چونکہ یہ معاملہ غیر ملکی طلباء کے ساتھ پیش آیا ہے اسلئے یہ خبر بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں بھی ہندوستان جیسے عظیم ملک کیلئے باعثِ ندامت ثابت ہورہی ہے۔واضح ہو کہ گجرات یونیورسٹی کا واقعہ اس لئے سنگین ہے کہ یونیورسٹی احاطے میں یہ حادثہ ہوا اگر چہ یونیورسٹی انتظامیہ یہ دلیل دے رہی ہے کہ باہری افراد نے اس واقعے کو انجام دیا ہے۔ریاست کے وزیر داخلہ ہرش سانگھوی نے پولیس عملے کے ساتھ ہنگامی میٹنگ کی ہے اور جانچ کر فوری کارروائی کرنے کا اعلان کیا ہے۔دراصل گجرات یونیورسٹی میں افغانستان، ازبکستان، سری لنکا، بنگلہ دیش، بھوٹان، شام اور افریقی ممالک کے طلباء ہندوستانی وظیفے پر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔حکومت ہند ان غیر ملکی طلباء کو تعلیمی ویزا دیتی ہے اور انہیں ہر طرح کی آئینی آزادی فراہم کرتی ہے۔ظاہر ہے کہ جن ملکوں سے طلباء یہاں آتے ہیں ان میں مسلم طلباء بھی شامل ہوتے ہیں کہ مذکورہ ممالک میں اسلامی حکومت بھی شامل ہے لیکن حال کے دنوں میں ان طلباء کے ساتھ جس طرح کا تعصبانہ رویہ اپنایا جاتا رہا ہے اس کی شکایتیں بھی آتی رہی ہیں۔اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ یونیورسٹی احاطے کے ہاسٹلوں میں رہنے والے طلباء اگر اپنے مذہبی فریضے کو انجام دے رہے تھے ماہِ مبارک رمضان میں اجتماعی طور پر نماز پڑھ رہے تھے تو اس پر بیرونی لوگوں کو اعتراض کیوں کر ہوسکتا ہے؟ جیسا کہ گجرات پولیس نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ دو سو سے زائد بیرونی افراد یونیورسیٹی احاطے میں داخل ہوکر اس مذموم فعل کو انجام دیا ہے۔اس کا مطلب صاف ہے کہ اس سازش میں کہیں نہ کہیں یونیورسٹی احاطے میں رہنے والے طلباء یا اسٹاف ضرور شامل ہیں ورنہ یونیورسٹی احاطے سے باہری لوگوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اندرونی نظام میں مداخلت کرے۔اگر یونیورسٹی انتظامیہ کو کسی طرح کا اعتراض تھا تو وہ تمام غیر ملکی طلباء کو طلب کرکے ہدایت دے سکتے تھے کہ وہ ہاسٹل میں نماز ادا نہ کریں لیکن ایسا نہ کرکے یونیورسٹی سے باہری افراد کو احاطے میں داخل ہونے کی اجازت دینا کئی طرح کے سوالات اٹھاتے ہیں۔یہ اچھی بات ہے کہ جس وقت ان مسلم طلباء کے ساتھ بد سلوکی ہورہی تھی، ان کے کمروں میں توڑ پھوڑ ہورہی تھی، ان کے لیپ ٹاپ اور موبائل چھینے جارہے تھے تو غیر مسلم طلباء نے ان مسلم طلباء کے ساتھ ہمدردی جتائی اور انہیں بچانے کی کوشش بھی کی مگر شرپسندوں نے ان غیر مسلم طلباء کے ساتھ بھی دھکا مکی کی۔غیر ملکی طلباء پر حملے کا ویڈیو سوشل میڈیا میں وائرل ہوگیا ہے اور اس ویڈیو کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ایک منظّم سازش کے ساتھ ان مسلم طلباء کو ہراساں کیا گیا ہے۔ان کے سامان لوٹے گئے ہیں، ان کی گاڑیوں کو نقصان پہنچایا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ معاملہ غیر ملکی نوعیت کا ہے اور اس طرح کے واقعات سے اپنے ملک کی شناخت مجروح ہورہی ہے لیکن اس طرح کے حالات کیوں کر پیدا ہوئے ہیں وہ جگ ظاہر ہے۔ایک خاص طبقے کو نشانہ بنانے کے واقعات میں روز بروز اضافے ہو رہے ہیں، وقتی طور پر ہائے توبہ ہوتی ہے اور پھر سارے کے سارے معاملے سرد خانے میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔نتیجہ ہے کہ شرپسندوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور ملک میں خوف وہراس کا ماحول بنتا جارہا ہے۔اس طرح کے واقعات کا رونما ہونا صرف ایک طبقے کی بے عزتی اور اس کو جسمانی و ذہنی اذیت دینے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے دوررس نتائج ملک کی سالمیت کیلئے بھی خطرناک ہیں۔بالخصوص ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں ایسے غیر جمہوری اور غیر آئینی واقعات کا رونما ہونا لمحہ فکریہ ہے اور اس طرح کے واقعات کو انجام دینے والوں کیخلاف جب تک تمام تر ازم اور مفادات سے اوپر اٹھ کر کارروائی نہیں ہوگی اس وقت تک ملک میں اس طرح کے واقعات کو انجام دینے والے بے لگام رہیں گے اور پوری دنیا میں وطن عزیز ہندوستان کی جو تاریخی باوقار شناخت ہے اس پر سوالیہ نشان لگتا رہے گا۔اسلئے تمام سیاسی جماعتوں کو اپنے سیاسی مفادات سے اوپر اٹھ کر ملک کی فضا کو سازگار بنانا ہوگا تاکہ ملک کا کوئی طبقہ خوف وہراس کی زندگی جینے پر مجبور نہ ہو کہ ہمارے آئین میں ہر ایک شہری کو آئینی دائرے میں آزادانہ زندگی جینے کا حق دیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی

امریکہ کسی جارحانہ کارروائی میں ملوث نہیں: انٹونی بلنکن

امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے اسرائیل کی جانب سے ایران پر حملے کی خبروں پر تبصرے سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ واشنگٹن کسی بھی جارحانہ کارروائی میں ملوث نہیں ہے، فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق اٹلی میں جی سیون وزرائے خارجہ کے اجلاس کے بعد صحافیوں سے گفتگو میں امریکی وزیر خارجہ نے اسرائیل کے جوابی حملے کے بارے میں سوالات کا جواب دینے سے انکار کیا، دوسری جانب سی این این کے مطابق وائٹ ہاؤس کی پریس سیکریٹری کیرین جین پیئر نے اسرائیل کی جانب سے ایران پر حملے سے متعلق تبصرے سے گریز کیا، بلنکن نے اطالوی جزیرے کیپری پر ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ وہ ان واقعات پر بات نہیں کریں گے اور صرف اتنا کہیں گے کہ جی سیون کے تمام ارکان کی توجہ کشیدگی کم کرنے پر ہے، انہوں نے مزید کہا کہ امریکہ کسی جارحانہ کارروائی میں ملوث نہیں ہے، اس سے قبل صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے جی سیون کے میزبان اور اطالوی وزیر خارجہ انتونیو تاجانی نے تفصیلات بتائے بغیر کہا کہ واشنگٹن کو حملوں کے بارے میں پیشگی اطلاع دے دی گئی تھی، انہوں نے کہا کہ امریکہ کو آخری لمحے میں مطلع کیا گیا تھا، جی سیون کے وزرا نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ہم تمام فریقین پر کشیدگی روکنے کے لیے زور دے رہے ہیں، دوسری جانب اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گوتریس نے کہا تھا 'اس وقت مشرقِ وسطیٰ میں جاری خطرناک جنگی کارروائیوں کو روکنے کی اشد ضرورت ہے، ایران کی جانب سے اسرائیل پر سینکڑوں میزائل اور ڈرون داغے جانے کے بعد اسرائیل نے خبردار کیا تھا کہ وہ جوابی حملہ کرے گا (الجزیرہ)

عالمی بینک کا سعودی عرب میں نالج سینٹر قائم کرنے کا عزم

ورلڈ بینک گروپ اور قومی مسابقتی سینٹر اور نے مملکت میں نالج سینٹر قائم کرنے کے عزم ظاہر کیا ہے، سینٹر کے قیام کا مقصد عالمی سطح پر اقتصادی اصلاحات کو فروغ دینا ہے، سعودی خبر رساں ایجنسی 'ایس پی اے' کے مطابق اس موقع پر وزیر تجارت اور قومی مسابقتی مرکز کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین ڈاکٹر ماجد بن عبداللہ القصبی اور امریکہ میں متعین سعودی عرب کی سفیر شہزادی ریما بنت بندر بن سلطان، ورلڈ بینک گروپ کے صدر اجے بنگا اور گروپ کے دیگر اعلیٰ عہدیدار بھی موجود تھے، سعودی وزیر تجارت نے بتایا کہ مجوزہ نالج سینٹر سے مسابقتی شعبوں میں علاقائی اور عالمی سطح پر تعاون کی راہیں ہموار ہوں گی، نالج سینٹر (دانش کدہ) کی کمیٹی مختلف سرکاری وزارتوں اور اداروں کے ارکان پر مشتمل ہوگی جس میں وزارت خزانہ، اقتصادیات اور وزارت منصوبہ بندی شامل ہے، نالج سینٹر کے ذریعے کاروباری اور معاشی ترقی کیلیے مثالی خدمات انجام دی جائیں گی، اس کا مقصد کاروباری امور کو مزید آسان بنانا ہے، خیال رہے سینٹر کے قیام کی تقریب کے اعلان کے موقع پر وزیر تجارت ماجد القصبی کے ساتھ ورلڈ بینک کے گروپ کے صدر اور دیگر سینئر ماہرین نے بھی خصوصی ملاقاتیں کیں جس میں تجارت کے فروغ اور کسٹم معاملات کے حوالے سے متعدد امور پر تبادلہ خیال کیا گیا (الجزیرہ)

جنگ کی وجہ سے اسرائیلی معیشت 20 فیصد سکڑ گئی

غزہ میں اسرائیلی جنگ طول پکڑتی گئی اور اسرائیلی معیشت تاریخ میں پہلی بار تیزی سے سکڑتی گئی، اسرائیل کی معیشت کی یہ گراوٹ کسی اور وجہ سے نہیں صرف اسرائیلی جنگ کی وجہ سے ہے جو اس نے سات اکتوبر سے غزہ میں فلسطینیوں کے خلاف شروع کر رکھی ہے، ماضی اس قدر طویل جنگ اسرائیل کو کبھی عرب ملکوں کے خلاف بھی نہیں لڑنا پڑی تھی جتنی لمبی جنگ حماس کو تباہ کرنے کے نام پر فلسطینیوں کے غزہ سے صفائے کے لیے جاری ہے، اب تک 29 ہزار فلسطینی غزہ میں قتل کیے جا چکے ہیں، مگر اس کی بھاری قیمت اسرائیل اور اس کے کی عوام کو معیشت کی شدید گراوٹ کی صورت برداشت کرنا پڑ رہی ہے، اسرائیل، میں کاروبار اور سروسز کے شعبے کو مندی کا سامنا ہے، اسرائیلی 'جی ڈی پی' میں دو برسوں کے دوران پہلی بار سہ ماہی بنیادوں پر گراوٹ ہے (نیوز رپورٹ)

اسماعیل ہانیہ کی قیادت میں حماس کا اعلیٰ اختیاراتی وفد ترکی پہونچا

اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) کے سیاسی شعبے کے سربراہ اسماعیل ھنیہ کی قیادت میں جماعت کا اعلیٰ اختیاراتی وفد انقرہ پہنچا ہے، حماس کی طرف سے جاری کردہ ایک بیان کے مطابق اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کے سیاسی بیورو کے سربراہ اسماعیل ہنیہ جمعے کے روز جماعت کے ایک سرکردہ وفد کی قیادت کرتے ہوئے ترکیہ پہنچے، حماس کا وفد ترک جمہوریہ کے صدر رجب طیب ایردوان سے ملاقات کرے گا جس میں اسرائیلی جارحیت، غزہ کی پٹی میں فلسطینی عوام کے خلاف جاری نسل کشی کی جنگ اور مسئلہ فلسطین میں پیشرفت پر تبادلہ خیال کیا جائے گا، 7/ اکتوبر سے اسرائیلی قابض فوج نے امریکی اور یورپی حمایت سے غزہ کی پٹی کے خلاف اپنی جارحیت جاری رکھی ہوئی ہے، دشمن ریاست طیاروں، میزائلوں، توپ خانے اور ٹینکوں کے ذریعے ہسپتالوں، عمارتوں، ٹاورز اور فلسطینی شہریوں کے گھروں پر بمباری کرتی ہے (نیوز رپورٹ)

ہم غزہ میں ہونے والے انسانی تباہی کو نظر انداز نہیں کر سکتے

امریکی سینیٹر برنی سینڈرز نے کہا ہے کہ "جب ہم ایران اور اسرائیل کے درمیان کشیدگی کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں تو ہمیں غزہ کی پٹی میں ہونے والی غیر معمولی تباہی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے"، مائیکرو بلاگنگ پلیٹ فارم 'ایکس' پر پوسٹ کردہ ایک بیان میں سینڈرز نے مزید کہا کہ "ہمیں غزہ میں ہونے والی انسانی تباہی سے منہ نہیں موڑنا چاہیے"، انہوں نے کہا کہ ہم ایسی حکومت کو 10 بلین ڈالر کیوں دیں گے جو جان بوجھ کر بچوں کو بھوکا مار رہی ہے؟ (نیوز رپورٹ)

تعلیم و روزگار

اسٹور اسسٹنٹ سمیت 230 آسامیوں کے لیے 30 اپریل تک آن لائن فارم پُر کریں

بہار اسٹیٹ پاور ہولڈنگ کمپنی لمیٹڈ (BSPHCL) نے کاراسپانڈنٹ کلرک اور اسٹور اسسٹنٹ کی 230 آسامیوں پر بھرتی کے لیے اشتہار جاری کیا ہے، اس کے تحت بی ایس پی ایچ سی ایل اور اس کی ذیلی کمپنیوں- شمالی بہار پاور ڈسٹری بیوشن کمپنی لمیٹڈ (این سی پی ڈی سی ایل)، ساؤتھ بہار پاور ڈسٹری بیوشن کمپنی لمیٹڈ (ایس بی پی ڈی سی ایل)، بہار اسٹیٹ پاور ٹرانسمیشن کمپنی لمیٹڈ (بی ایس پی ٹی سی ایل) اور بہار اسٹیٹ پاور جنریشن کمپنی لمیٹڈ (بی ایس پی ٹی سی ایل) میں آسامیاں بھری جائیں گی، منتخب امیدوار کی دو سال کی پروبیشن مدت ہوگی، تمام قسم کے تحفظات کا فائدہ صرف بہار کے اصل باشندوں کو ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار عام زمرہ میں درخواست دے سکتے ہیں، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 30/ اپریل 2024 ہے، درخواست کی فیس: جنرل زمرہ، ای بی سی کیٹیگری اور بی سی کیٹیگری کے امیدواروں کے لیے 1,500 روپے اور ایس سی/ ایس ٹی زمرہ، معذور اور خواتین (بہار کے مقامی) کو 375 روپے ادا کرنے ہوں گے۔ فیس آن لائن ادا کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 30 اپریل 2024، ویب سائٹ: www.bsphcl.co.in

پروفیسر اور ایسوسی ایٹ پروفیسر کی 156 آسامیوں پر براہ راست بحالی کی جائے گی

اتراکھنڈ میڈیکل سروسز سلیکشن بورڈ (UKMSSB) نے 156 آسامیوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کے تحت ریاست کے سرکاری میڈیکل کالجوں میں پروفیسروں اور اسوسی ایٹ پروفیسروں کی براہ راست بحالی کی جائے گی، اس بحالی مہم میں صرف اتراکھنڈ کے اصل باشندوں کو ریزرویشن کا فائدہ ملے گا، دوسری ریاستوں کے امیدوار غیر محفوظ زمرے میں درخواست دے سکتے ہیں، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار UKMSSB کی ویب سائٹ پر جا کر آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔ درخواست دینے کی آخری تاریخ 30 اپریل 2024 (شام 05:00 بجے تک) مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس 2000 روپے جنرل زمرے اور دیگر پسماندہ طبقے کے امیدواروں کے لیے، SC / ST زمرہ اور EWS زمرہ اور معذور امیدواروں کے لیے 1000 روپے، فیس آن لائن ادا کرنی ہوگی، ویب سائٹ: https ukmssb.in://، عمر کی حد (مذکورہ بالا دونوں پوسٹوں کے لیے): زیادہ سے زیادہ عمر 28 سال سے کم ہونی چاہیے۔

۱۲ویں پاس نوجوانوں کے لئے ایس ایس سی نے 3712 عہدوں پر بحالی نکالی

اسٹاف سلیکشن کمیشن (SSC) نے کمبائنڈ ہائر سیکنڈری لیول (10+2) امتحان-2024 کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کے ذریعہ لوئر ڈویژنل کلرک (ایل ڈی سی)/ جونیئر سکریٹریٹ اسسٹنٹ (جے ایس اے) اور ڈیٹا انٹری آپریٹر سمیت 3712 آسامیاں پُر کی جائیں گی، عہدوں کی تعداد میں اضافہ یا کمی ہو سکتی ہے، 12ویں کا امتحان پاس کرنے والے نوجوان ان آسامیوں کے لیے درخواست دے سکتے ہیں، کمیشن نے اس کے لیے آن لائن درخواست دینے کا عمل شروع کر دیا ہے، بارڈر روڈ آرگنائزیشن میں پوسٹوں کے لیے صرف مرد امیدوار اہل ہیں، دلچسپی رکھنے والے امیدواروں کو کمیشن کی نئی ویب سائٹ ssc.gov.in پر ون ٹائم رجسٹریشن (OTR) کرا لیں؛ کیونکہ پرانی ویب سائٹ ssc.nic.in پر کیا گیا OTR درست نہیں ہوگا، امیدوار 07 مئی 2024 تک درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس: 100 روپے۔ SC / ST زمرہ اور خواتین کے لیے کوئی نہیں ہے، فیس کی ادائیگی کی آخری تاریخ: 08 مئی 2024، درخواست فارم میں ترمیم کرنے کی تاریخ: 10 مئی سے 11 مئی 2024، ویب سائٹ: https:// ssc.gov.in، ہیلپ لائن نمبر: 18003093063

جوڈیشیل سروس کے تحت 83 آسامیوں پر بحالیاں ہوں گی

الہ آباد ہائی کورٹ نے اتر پردیش ہائر جوڈیشیل سروس 2023 کے تحت ایڈوکیٹ کے 83 عہدوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، تمام قسم کے تحفظات کا فائدہ صرف اتر پردیش کے اصل باشندوں کو ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرہ میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے، دلچسپی رکھنے والے اور اہل امیدوار 30 اپریل 2024 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس: جنرل زمرہ، EWS، OBC زمرہ اور UP ریاست، دیگر ریاستوں کے تمام امیدواروں کے لیے 1400 روپے، یوپی کے SC / ST زمرے کے لیے 1200 روپے، UP کے جنرل/ OBC / EWS زمرے سے تعلق رکھنے والے معذوروں کے لیے 750 روپے، یوپی کے شیڈول کاسٹ/ شیڈیولڈ ٹرائب زمرے سے تعلق رکھنے والے معذوروں کے لیے 500 روپے، فیس کی ادائیگی ڈیبٹ کارڈ/ کریڈٹ کارڈ/ کیش کارڈ/ موبائل والیٹ اور انٹرنیٹ بینکنگ کے ذریعہ آن لائن کی جائے گی۔

جھارکھنڈ ہائی کورٹ کو 410 اسسٹنٹ کی ضرورت

جھارکھنڈ ہائی کورٹ، رانچی نے اسسٹنٹ/ کلرک کی 410 آسامیاں جاری کی ہیں، اس کے تحت منتخب امیدواروں کو ریاست کی سول عدالتوں میں تعینات کیا جائے گا، صرف جھارکھنڈ کے اصل باشندوں کو ہی تمام قسم کے تحفظات کا فائدہ ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرہ میں درخواست دے سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 09 مئی 2024 مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس: 500 روپے جنرل زمرہ، EWS زمرہ، BC-1، BC-2 زمرہ کے امیدواروں کے لیے قابل ادائیگی ہوں گے۔ SC / ST زمرہ کے امیدواروں کے لیے فیس 125 روپے ہوگی اور معذوروں کے لیے کوئی فیس ادا نہیں ہو گی، ویب سائٹ: https:jharkhandhighcourt.nic.in://، ہیلپ لائن نمبر: 0651-2480307

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

ہندوستان کے شہریوں کے نام مسلم رہنماؤں کی اپیل

انڈیا میں جمہوریت کے جشن یعنی عام انتخابات کی آمد آمد ہے، انتخابات جمہوریت کی سنگ بنیاد ہیں، عدل ،آزادی، برابری اور بھائی چارگی ہمارے دستور کے اقدار ہیں اور انتخابات ان اقدار کے بہترین ذریعہ ہیں ان انتخابات کے نتائج بڑے دوررس ہوتے ہیں، اسلئے یہ ضروری ہے کہ تمام شہری اور خاص کر اقلیت برادری کے تمام مرد اور عورت اس جشن میں پرزور طریقے سے حصہ لیں اور اسے اپنی آواز دیں۔

ووٹ کیوں :

بااختیار بنانا: آپ کا ووٹ آپ کی آواز ہے، آپ کا ووٹ ملک کو صحیح سمت دے سکتا ہے، نمائندگی: آپ کا ووٹ آپ کے معاشرے کے مفادات اور خدشات کو حکومت کے ذریعہ آپ کے لئے بنائی جارہی تمام پالیسیوں میں جگہ دلواتا ہے، سیکولرزم: آپ کا ووٹ ملک میں امن وامان کو قائم رکھنے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے۔

کیا کرنا ہے :

رجسٹر کریں: یقینی بنائیں کہ آپ کا نام ووٹر لسٹ میں رجسٹر د ہو، اگر نہیں تو آن لائن رجسٹریشن کرالیں ، بیداری: تمام لوگوں کو ووٹ کی اہمیت بتائیں اور اس کا استعمال کرنے کے لئے بیدار کریں، تیار رہیں :ووٹ دینے کیلئے آپ کا نام ووٹر لسٹ میں رجسٹرڈ ہونا ضروری ہے، شناخت کے لیے ووٹر آئی ڈی یا فہرست میں دی گئی 12 قسم کی آئی ڈی میں کوئی ایک آئی ڈی کارڈ لے جاسکتے ہیں، مثلاً آدھار کارڈ ،ڈرائیونگ لائسنس ،فوٹو کے ساتھ بینک پاس بک وغیرہ، وقت کی پابندی کریں: آخری لمحات کی بھیڑ سے بچنے کے لیے پولنگ بوتھ پر وقت پر پہنچیں، ووٹ ڈالنے کی مہم چلائیں: ووٹ خود بھی دیں اور دوسروں سے بھی دلوائیں ،اپنے محلے کے لوگوں کا بوتھ تک پہنچنے کا نظم کریں۔

نوٹ: عدل ،آزادی، برابری اور بھائی چارگی کے لیے متحد رہیں اور ووٹ کو تقسیم نہ ہونے دیں یہی ہماری سب سے بڑی قوت ہے، آپ کا ووٹ صرف اس الیکشن میں نہیں؛ بلکہ اگلے الیکشن کی پلاننگ میں بھی بہت کام آتا ہے، اس لیے صد فی صد ووٹنگ کو یقینی بنائیں، ہر ایک خاتون کو ووٹ کی اہمیت بتائیں اور ان سے ووٹ ڈلوائیں، گارجین حضرات کو اس کام میں ان کے لیے سہولت پیدا کرنے کی بہت ضرورت ہے، رائے عامہ ہموار کرنے اور ووٹنگ صد فیصد یقینی بنانے کے لیے سماجی کارکن اور دانشمند طبقہ آگے آئیں اور اپنا قومی وملی فرض پورا کریں، ہر ووٹ کی اہمیت ہے، اور ہر آواز ایک مضبوط ،زیادہ ہم آہنگ اور ملنسار معاشرے کی تعمیر میں اہمیت رکھتی ہے، آیئے ہم اکٹھے ہوں، اپنے جمہوری حق کا استعمال کریں، اور اپنے ملک کی ترقی اور خوشحالی میں اپنا حصہ ڈالیں۔

اپیل کنندگان

(۱) امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف ،پٹنہ(۲) ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار(۳)جمعیۃ العلماء ہند بہار(۴) جماعت اسلامی ہند بہار حلقہ بہار(۵)جمعیت اہل حدیث، بہار(۶) مجلس علماء وخطباء امامیہ (اہل تشیع) بہار(۷) آل انڈیا مومن کانفرنس بہار

امارت شرعیہ اور دیگر ملی تنظیموں نے این ڈی اے (جے ڈی یو) نیتا خالد انور صاحب کے بیان کی پرزور مذمت کی

این ڈی اے نیتا اور جدیو ایم ایل سی ڈاکٹر خالد انور صاحب کی فیس بک پر ایک ویڈیو اپلوڈ کی گئی ہے جسے دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ این ڈی اے کے سیاسی مفادات کے لیے غلط اور بے بنیاد حمایت کا اعلان کر عوام کو گمراہ کررہے ہیں۔

انہوں نے اس بیان میں جمعیۃ علماء، امارت شرعیہ، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، خانقاہ اور دیگر معزز ملی تنظیموں کی حمایت کا جھوٹا دعوی کیا ہے، امارت شرعیہ و دیگر تمام ملی تنظیمیں خالد انور صاحب کی طرف سے این ڈی اے (جے ڈی یو) کی حمایت کے حوالے سے کیے گئے بے بنیاد دعووں کو پورے طور پر مسترد کرتی ہیں اور ان کے اس اقدام کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کرتی ہیں، جھوٹ اور غلط معلومات پھیلانے کا ایسا رویہ نہ صرف امارت؛ بلکہ تمام ملی اداروں اور قائدین کی ساکھ کو داغدار کرتا ہے اور ہمارے ملی اداروں پر لوگوں کے اعتماد کو بھی مجروح کرتا ہے نیز عوام کے درمیان اختلاف اور انتشار کے بیج بونے کا سبب بھی بنتا ہے۔

اس لئے ہم ڈاکٹر خالد انور اور سیاسی تنظیموں کی نمائندگی کرنے والے تمام افراد سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے بیانات میں احتیاط اور ذمہ داری کا مظاہرہ کریں، ان تنظیموں نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ سیاسی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کریں ،دھوکے میں نہ آئیں اور سیاسی بیان بازی اور پروپیگنڈے کا شکار نہ ہوں، امارت شرعیہ و دیگر ملی تنظیمیں رائے دہندگان (ووٹرز) کو مشورہ دیتی ہیں کہ وہ ان امیدواروں کی حمایت کریں جو دستور کے اقدار عدل، آزادی، برابری، اور بھائی چارگی کے محافظ بن سکیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی اور جنرل سکریٹری حضرت مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب نے بھی ڈاکٹر خالد انور صاحب کے بیان کی سخت مذمت کی ہے، ان دونوں حضرات نے بھی اپنے بیان میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ بورڈ پارلیمانی سیاست سے دوری کی پالیسی پر عمل پیرا رہتا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ بورڈ نہ کسی مخصوص پارٹی کی تائید کرتا ہے نہ مخالفت، کچھ سیاسی قائدین نے بورڈ کی طرف سے این ڈی اے کی تائید کا دعویٰ کیا ہے؛ ا۔امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ ۲۔ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار۳۔ جمعیۃ علماء ہند بہار (الف)۴۔ جمعیۃ علماء ہند بہار (م)۵۔جماعت اسلامی حلقہ بہار۶ ۔جمعیت اہل حدیث پٹنہ۷۔آل انڈیا مومن کانفرنس بہار۸۔مجلس علماء وخطباء امامیہ (اہل تشیع) بہار لیکن یہ دعویٰ بالکل غلط ہے، انہوں نے اس غلط فہمی پر روک تھام کی اپیل کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ بورڈ اور صدر بورڈ کی طرف ایسی باتوں کو منسوب نہ کیا جائے۔

اپیل کنندگان

ا۔امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ۲۔ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار ۳۔جمعیۃ علماء ہند بہار (الف)۴۔ جمعیۃ علماء ہند بہار (م)۵۔جماعت اسلامی حلقہ بہار،۶۔جمعیت اہل حدیث پٹنہ، ۷۔آل انڈیا مومن کانفرنس بہار۸۔مجلس علماء وخطباء امامیہ (اہل تشیع) بہار

نئے تعلیمی سال میں کوئی بچہ اور بچی تعلیم گاہوں سے محروم نہ رہیں: محمد شبلی القاسمی

دور دراز کے بجائے قریب کی تعلیم گاہوں کا انتخاب کریں

علم انسان کی بنیادی ضرورت ہے، جس کے بغیر انسانیت ادھوری اور زندگی بے مقصد ہے، بلکہ جہالت زندگی کی حقیقی موت ہے، جس طرح انسانوں کیلئے ہوا پانی ضروری ہے، اسی طرح علم کی اہمیت ہے، یہ باتیں حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے پریس ریلیز کیلئے جاری بیان میں کہیں، انہوں نے کہا کہ مدارس، مکاتب اور اسکولوں اور کالجوں کیلئے تعلیم کا یہ نیا سال ہے، گارجین حضرات اپنے بچے بچیوں کے لئے اچھی تعلیم گاہوں کا انتخاب کر کے ان کے روشن اور کامیاب مستقبل کی مخلصانہ کوششیں کررہے ہیں، الحمد للہ ماضی کے سالوں میں والدین اور گارجین حضرات نے اس پر اپنی توجہ بڑھائی ہے اور طلبہ وطالبات کی تعداد میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے، لیکن اس کے باوجود اب بھی بہت سارے بچے اور بچیاں ماں باپ کی اس توجہ اور انسانیت کی اس بنیادی ضرورت سے محروم ہیں اور تعلیم گاہوں سے دور ہیں، اس کے لئے مختلف تنظیمیں ،ادارے ،شخصیات، علماء ائمہ اور اہل علم ودانش فکر مند بھی ہیں اور قوم کے نونہالوں کو تعلیم یافتہ بنانے کیلئے کوشاں بھی ہیں، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ جو ابتدائے قیام سے تعلیمی میدان میں نمایاں خدمات انجام دے رہی ہے، قوم کو صد فی صد تعلیم یافتہ بنانے کی مہم بھی چلاتی رہی ہے، کئی مذہبی اور عصری تعلیمی ادارے قائم کیے اور کئی اس طرح کے اداروں کے قیام کی کاروائیاں ہورہی ہیں ،امارت شرعیہ کے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ کی ابتدا سے فکر رہی ہے کہ ملت تعلیم کے میدان میں نمایاں مقام حاصل کرے اس کیلئے وہ مستقل کام کررہے ہیں، ملت کے بہی خواہوں دینی، فلاحی اور تعلیمی میدان میں خدمت انجام دینے والی شخصیات سے گذارش ہے کہ وہ ہر گاؤں، محلّہ اور ٹولے میں نظر دوڑائیں اور ممکن ہو تو وہاں کا سروے کریں، علماء ائمہ اور دیگر افراد کے تعاون سے کوشش کریں کہ ہمارے سماج کا کوئی بچہ بچی تعلیم گاہوں سے دور نہ رہیں ان کو بہتر تعلیم گاہوں کی رہنمائی کریں، ان کا داخلہ تعلیمی اداروں میں کرانے میں اپنا قیمتی اور قابل فخر تعاون پیش کریں تاکہ ملت اور سماج تعلیم کی راہوں سے کامیابی ، استحکام اور ترقی کے منازل طے کرسکیں اور اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے عز وشرف ،رفعت وبلندی کا مطلوبہ مقام پاسکیں، نقصان سے اپنی اور سماج کی زندگیوں کو محفوظ رکھ سکیں، زندگی کے مقصد کو سمجھ کر دنیا اور آخرت کی نجات اور فلاح کو پہونچ سکیں ،اور خالق کائنات کی انہیں معرفت حاصل ہو سکے، ائمہ اور علماء حضرات اپنے جمعہ کے خطاب اور دیگر مواعظ میں خاص طور سے بچوں کے گارجین کو تعلیم کی اہمیت بتائیں اور انہیں بہر حال تعلیم گاہوں میں اپنے بچے اور بچیوں کے داخلہ کرانے کی ترغیب دیں، خیر امت ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری اس تعلق سے بھی زیادہ ہے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی حق ادائیگی کیلئے مخلصانہ کردار اور اقدام وعمل سے کام لینا ہوگا ،اسی کے ساتھ اس کا بھی خاص خیال رہے کہ چھوٹے بچوں کو دور دراز ریاست سے باہر کی تعلیم گاہوں میں بھیجنے کے مزاج سے بچا جائے ارد گرد اور قرب وجوار کی تعلیم گاہوں کا انتخاب کریں تاکہ بچے ہر طرح محفوظ رہ سکیں ،ادھر کئی سالوں سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ سفر کے دوران ہمارے بچے مختلف قسم کی پریشانیوں اور تحفظ حقوق اطفال کے نام پر بنی تنظیموں کی بے جا دست درازیوں اور اذیت رسانیوں سے گذر رہے ہیں اسی لیے امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ تمام لوگوں سے کئی سالوں سے گذارش کرتے آرہی ہے کہ بلا مجبوری اور بلا سخت ضرورت کے بچوں کو دور دراز حصول تعلیم کے لئے نہ بھیجیں البتہ اگر قریب میں معیاری تعلیمی ادارے میسر نہ ہوں تو ضروری کا غذات اور سفر کی دیگر سہولیات کا خیال رکھتے ہوئے انہیں بھیجیں بلکہ ان کے ساتھ خود سفر کریں۔

Scanned with CamScanner

آئندہ پارلیامنٹ کے نتائج تک ملک کے وفاقی ڈھانچے کی بربادی کی منصوبہ بندی

صفدر امام قادری

مہاراشٹر، بہار، جھارکھنڈ اور اب دلی-مغربی بنگال میں بس نہیں چل رہا ورنہ وہاں کی بھی غیر بھارتیہ جنتا پارٹی کی سرکار کو ختم کردیے جانے کی کوششیں مکمل ہو چکی ہوتیں۔ مرکزی حکومت پر یہ کھلے الزامات لگتے رہے ہیں کہ وہ اپنی جانچ ایجنسیوں کو سیاسی حریفوں سے بدلہ لینے کے لیے آزماتی رہی ہے۔ کئی سیاسی رہنماؤں نے بھارتیہ جنتا پارٹی میں باضابطہ طور پر شامل ہو کر گذشتہ دور کے الزامات سے خود کو آزاد کرالیا۔ عام طور سے پہلے اِس بات کا لحاظ رکھا جاتا تھا کہ جب عمومی انتخاب قریب ہو تو گڑے مردے اُکھاڑ کر اُن کی بدولت سیاسی کھیل تماشے نہیں کرتے مگر بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت جمہوری روایات اور آئین کی پاکیزگی کے مقابلے ہر صورت میں اپنی حکمرانی کو قائم کرنے اور مستحکم بنانے کی کوششوں میں رہتی ہے۔ اب اِس کے نتائج ملک کے طول وعرض میں کُھل کر سامنے آنے لگے ہیں۔ جگہ جگہ عوام کے ذریعہ منتخب حکومتیں گرائی جارہی ہیں یا الگ طرح کی پریشانیوں اور الحاقِ نو کے لبھاونے جال میں پھنسائی جارہی ہیں۔ اروند کجریوال اِس کی تازہ مثال ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے مہاراشٹر کی منتخب حکومت میں وہاں کے گورنر اور مرکزی قائدین سے مل کر کئی بار اُتھل پتھل مچائی اور آخر کار اسے ایک کٹھ پتلی سرکار بنانے میں کامیابی مل ہی گئی۔ اب وہاں کانگریس اور حقیقی شیو سینا پس منظر میں ہیں اور نقلی شیو سینا کے ساتھ بھارتیہ جنتا پارٹی بہ شوق اپنے کام کر رہی ہے۔ مہاراشٹر کو ہندستان کی صنعتی راجدھانی ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف سیاسی اور سماجی معاملات کے سبب امتیاز حاصل رہا ہے۔ ہندو واد کی سیاست کا بال ٹھاکرے کی وجہ سے اُس وقت وہ علاقہ مرکز تھا جب ایودھیا کی مرکزیت قائم نہیں ہوئی تھی۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے حکمتِ عملی کے اعتبار سے اس اہم علاقے کو اپنے دائرۂ اثر سے الگ رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اِس لیے جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کے مطابق اپنی حکومت بنوا کر ہی اُنھیں چین آیا۔ مقصد یہ بھی تھا کہ پارلیامنٹ کے انتخاب میں حکومت کی سطح پر جو فائدے حاصل ہونے ہیں، اِس کے لیے ریاستی حکومت کی خاص اہمیت ہے۔ مہاراشٹر یوں بھی اُتر پردیش کے بعد سب سے زیادہ ممبرانِ پارلیامنٹ بھیجنے والا صوبہ ہے۔

بہار میں تقریباً ڈیڑھ برس سے راشٹریہ جنتا دل، کانگریس، جنتا دل یونائیٹڈ اور کمیونسٹ پارٹیوں کی ایک مشترکہ سرکار چل رہی تھی۔ یہ حکومت کُھلے طور پر بھارتیہ جنتا پارٹی کی مخالف رہی ہے اور لالو یادو، تیجسوی یادو اور نتیش کمار کی بدولت قومی سطح پر حزبِ اختلاف کی قیادت شروع ہو گئی تھی۔ 'انڈیا' اتحاد کی قومی سطح پر تشکیل میں صوبۂ بہار کی حکومت اپنی طاقت اور سیاسی قوتِ ارادی کا استعمال کر رہی تھی مگر اِس موثر قیادت کو بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنی سازش اور خوف و دہشت کے کھیل سے زمیں دوز کیا اور دیکھتے دیکھتے نتیش کمار کے ساتھ بھارتیہ جنتا پارٹی نے مل کر پھر ایک بار ایک کٹھ پتلی سرکار قائم کرلی۔ بہار میں بھی پارلیامنٹ کی چالیس سیٹیں ہیں اور 2019ء میں ان۔ڈی۔اے۔محاذ نے 39 سیٹیں حاصل کر کے کامیابی کی ایک نئی تاریخ حاصل کی تھی۔ مگر اِس اتحاد کی اگر سرکار ہ جاتی اور بھارتیہ جنتا پارٹی آزادانہ طور پر تنہا مقابلہ کرتی تو شاید اُسے آدھی سیٹیں بھی نہیں ملتیں۔ چاہے کچھ ہو جائے، بھارتیہ جنتا پارٹی کو آئندہ پارلیامنٹ میں کامیابی کے لیے بہار کی حکومت کو گرانے میں ہی فائدہ تھا۔ اُس حکومت کے قائد نتیش کمار کو تو یوں بھی سیاسی محاورے میں پلٹو رام ہی کہا جاتا ہے اور وہ بار بار سیاسی وفاداریاں بدلتے رہے ہیں بشرطے کہ اُنھیں وزیر اعلا کی کرسی ملتی رہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے بہت کامیابی کے ساتھ بہار کی حکومت کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔ اب اُنھیں اِس بات کی توقع ہو گی کہ پارلیامنٹ کے انتخاب میں اُنھیں اچھی خاصی سیٹیں مل جائیں گی۔

جھارکھنڈ یوں تو چھوٹی سی ریاست ہے اور محض چودہ پارلیامنٹ کے ممبران وہاں سے دلی پہنچتے ہیں۔ پچھلی بار پارلیامنٹ کے انتخاب کے بعد اسمبلی کا پہلا دنگل وہیں ہوا اور شیبو سورین کے صاحب زادے ہیمنت سورین نے کانگریس اور سیکولر جماعتوں کی معاونت سے بھارتیہ جنتا پارٹی کو باہر کا راستہ دکھایا اور اپنی نئی سرکار بنانے میں کامیاب ہوئے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیے یہ آسان نہیں ہے کہ وہ کسی سیاسی حریف کو مزید قدآور ہونے کا موقع دے۔ پچھلے چار برسوں سے ہیمنت سورین سی۔بی۔آئی۔ اور ای۔ڈی کے نشانے پر رہے۔ سیکڑوں طرح کی تفتیشات میں ماخوذ کیے جاتے رہے۔ آخری حربہ یہ رہا کہ انھیں گرفتار کیا گیا۔ اُنھوں نے وزیر اعلا کی کرسی چھوڑی مگر نہایت ہوش مندی کے ساتھ اُنھوں نے اپنی پارٹی کے ایک صاف ستھرے لیڈر کو آگے بڑھا کر سرکار بچالی۔ عین ممکن ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنی سرکار بنانے کے لیے جگت بھی لگائی ہو مگر شاید وہاں دال نہ گلی۔

اروند کجریوال کے مخالفین اُنھیں ایک مدت سے بھارتیہ جنتا پارٹی کی بی ٹیم کہتے رہے۔ دلی سرکار کے بعض معاملات میں وہ بھلے مرکزی حکومت پر کُھلی تنقید کرتے رہے ہوں مگر قومی سطح پر اکثر اُن کے مصلحت اندیشانہ اقوال سامنے آتے رہے۔ جیسے ہی اروند کجریوال دلی سے باہر نکلنے لگے، پنجاب میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور بہت سارے ہاں نا کے باوجود انڈیا محاذ کا حصہ بنے تب سے بھارتیہ جنتا پارٹی کے وہ خاص نشانے پر تھے۔ اب تک باری باری سے اُن کے تین چار وزرا ماخوذ ہوئے ہیں اور جیل کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ یہاں بھی سی بی آئی اور ای ڈی جیسی ایجنسیاں سامنے ہیں۔ بار بار اروند کجریوال کو نوٹس ملتی رہی۔ وہ ٹالتے رہے۔ قانون کی اپنی مشقت جاری رہی۔ گذشتہ دنوں اُنھیں تفتیش اور گرفتاری کے عتاب میں ملوث ہونا پڑا۔ یہاں نائب وزیر اعلیٰ تو پہلے سے ہی ماخوذ ہیں۔ مگر اروند کجریوال نے یہ فیصلہ لیا کہ وہ استعفا نہیں دیں گے۔ اگلے ہفتے میں سپریم کورٹ کی اگر مداخلت نہیں ہوتی ہے تو اُنھیں عہدے سے دست بردار ہونا ہی پڑے گا۔ سرکار کے ٹوٹنے بکھرنے کے امکانات اِس وجہ سے کم ہیں کیوں کہ قانون ساز اسمبلی میں بھارتیہ جنتا پارٹی عام آدمی پارٹی کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔

مغربی بنگال میں ایسی کوششیں لگاتار چل رہی ہیں۔ ممتا بنرجی پچھلے پارلیامنٹ کے انتخاب کے زمانے میں کمزور پڑی تھیں اور بھارتیہ جنتا پارٹی نے حیرت انگیز طور پر تقریباً چالیس فی صد سیٹیں جیت لی تھیں۔ مغربی بنگال کے لیے یہ اَن ہونی بات تھی۔ یہ الگ رہا کہ اس کے بعد اسمبلی انتخاب میں ممتا بنرجی پھر اپنی طاقت میں واپس آگئیں۔ اِس پارلیامنٹ میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو بنگال میں گذشتہ جیت میں اضافے کی توقع ہو گی وہیں ممتا بنرجی کو بھارتیہ جنتا پارٹی کی بنیادوں کو کمزور رکھنے کا نشانہ سامنے رکھنا پڑے گا۔

یہ بات سیاسی مشاہدین کے قیاس کے پرے ہے کہ جب ہر طرف سے بھارتیہ جنتا پارٹی کا ڈنکا بج رہا ہو تو اس ظالمانہ انداز سے اپنے سیاسی مخالفین سے بدلہ لینے کی بے چینی کیوں کر ہے؟ اِس سے غیر منسلک مشاہدین کی نگاہ میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی سیاسی اخلاقیات مشتبہ ہو جاتی ہے۔ عالمی سطح پر بھی ہندستانی سیاست پر نظر رکھنے والے لوگ فکر مند دکھائی دیتے ہیں اور جمہوری اداروں کی پسپائی پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کا کُھلا نعرہ ہے: اب کی بار چار سو کے پار۔ آخر یہ چار سو سیٹیں جہاں جہاں سے ممکن ہوں، اسے نکالنی ہوں گی۔ مخالف صوبائی حکومتیں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہیں اور ای۔وی۔ایم اور دیگر کاموں کے لیے انتظام میں مددگار ہوتی ہے۔ اِسی وجہ سے اُنھیں صوبائی حکومتیں چاہیے۔ وہ پارلیامنٹ کے انتخاب میں کسی طرح کی غفلت شعاری کو راہ نہیں دے سکتی۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کے مخالفین اِس معاملے میں ایک دوسری رائے بھی پیش کر رہے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ جیسے جیسے انتخاب کی تاریخیں رگِ جاں سے قریب ہوتی جارہی ہیں، نریندر مودی کی دھڑکنیں تیز تر ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کی عوامی سطح پر مخالفت کا ایک سلسلہ کشمیر سے کنیا کماری تک اندر اندر دکھائی دے رہا ہے۔ بہت بار زمین کی تہہ سے چنگاریاں وقت آنے پر پھوٹتی ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے پاس سینکڑوں ایجنسیاں ہیں اور اُن کی رپورٹیں انھیں خفیہ طور پر ملتی رہتی ہوں گی۔ کون جانتا ہے کہ اُن کی آخری رپورٹیں اب مقبولیت کے گراف کو نیچے دکھا رہی ہوں، اس لیے شدید بوکھلاہٹ کے عالم میں اس طرح کے غیر جمہوری، ظالمانہ اور جابرانہ فیصلے ہو رہے ہیں۔ آنے والے دو مہینے سیاسی مشاہدین کے قیاسات اور ہندستانی عوام کی قوتِ فیصلہ کے ساتھ ساتھ بھارتیہ جنتا پارٹی کی مقبولیت کے لیے بے شک امتحان کے دن ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت پاک

از قلم :- محمد جہانگیر تائبؔ باب نوروی، ہارون نگر سیکٹر ۲، پھلواری شریف پٹنہ، بہار ۸۰۱۵۰۵

درود پاک پڑھ پڑھ کر نبی ﷺ کی بات کہتے ہیں
وضو کے ساتھ واللہ ہم یہ مدح و نعت کہتے ہیں

خدا کی رحمتیں اتریں گی ہم پر آسمانوں سے
چلو اے ہمنشیں! صلی علی اب ساتھ کہتے ہیں

شفیع المذنبیں ﷺ کی ہو نگاہ اے کاش ہم پر بھی
ثنائے مصطفی ﷺ اس واسطے دن رات کہتے ہیں

ہماری زندگی کا ہو نمونہ آپ کا ﷺ کا اسوہ
طریق مصطفی ﷺ کو اہل دل مشکوۃ کہتے ہیں

ہر ایک دینی عمل کا آئینہ قرآن وسنت ہو
جہاں ہو من گھڑت باتیں انہیں بدعات کہتے ہیں

طریق نعت کے ہیں راہ رو حسان بن ثابت ؓ
انہیں کے نقش پہ چل کر تو ان کی نعت کہتے ہیں

نبی ﷺ کی شان اقدس میں غلو شیوہ نہیں اپنا
جو ہم کہتے ہیں دیکھو مستند محتاط کہتے ہیں

بڑا نازک عمل ہے نعت گوئی عشق احمد میں
سنبھل کر لب کشا ہوتے ہیں تسلیمات کہتے ہیں

یہ دنیائے تگ و دو میں نہیں کچھ گر چہ تائب ہیں
مگر اس بات پہ ہے ناز کہ ہم نعت کہتے ہیں

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب

مولانا فیاض احمد قاسمی

اللہ رب العزت نے انسانوں کی رشد وہدایت اوران کوفوز وفلاح سے ہم کنار کرنے کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ جاری فرمایااورانہیں کتب سماویہ، صحف اور معجزات سے نوازااور بالآخر سید الکونین، فخر موجودات، سرورکائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کومبعوث فرماکرانسانیت پر احسان عظیم فرمایااور آپؐ پر علمی ابدی معجزہ قرآن حکیم جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی، نیز آپؐ کی سیرت طیبہ کے ہر پہلو کوقیامت تک کے انسانوں کے لئے اسوہ اورنمونۂ کامل بنایا، آپؐ نے منصب نبوت کے بنیادی مشن، تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت اور اپنی پیغمبرانہ اصلاح وتربیت اورتزکیہ کے ذریعہ مکہ کے ان افراد کوقابل رشک اور قابل نمونہ بنایا جونبوت سے پہلے کفر وشرک، درندگی وسفاکی کی اور ظلم وستم میں اس حدتک پہنچ گئے تھے کہ اس وجہ سے اس دور کوتاریخ اسلام میں ''دورجاہلیت'' سے یاد کیا جاتا ہے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت اور آپ کے فیض صحبت سے ان افراد میں ایسا عظیم انقلاب بپا ہوا کہ وہ ساری دنیا کے لئے اتباع کامل کا نمونہ بن گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رضاء کا پروانہ عنایت کیا، وہ خداپرستی اور خداترسی کا پیکر اور رہبان باللیل اور فرسان بالنہار کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے، ان کی مومنانہ پاکیزہ زندگی سے ہرایک کواخوت ومروت اورامن وآشتی کا پیغام ملتا ہے، ان کی ان خوبیوں کی بناء پرحق تعالیٰ نے ان کوفتح وکامرانی اور زندگی کی حقیقی فوز وفلاح سے نوازا، چنانچہ خلفاء راشدین کے عہد مبارک ہی میں وہ اس وقت دنیا کی سپر پاور طاقتیں قیصر وکسریٰ کی حکومت، ان کے محلات اور بیش بہاخزانوں کے مالک بن گئے اور دنیا کے تین براعظموں ایشیا، یورپ اورافریقہ میں ایسی زبردست اسلامی حکومت قائم ہوئی، جس کے عدل وانصاف، رعایاپروری اورامن وامان وغیرہ کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، بلکہ عہد فارقی کی شاندار خلافت کی تعریف آج بھی غیر مسلم کررہے ہیں، عہد خلافت اوراس کے بعد کے زمانے میں جب تک مسلمانوں کے اندر ایمان ویقین، اعمال صالحہ، اعلیٰ کردار، بلند اخلاق اور دین کے لئے اپنی جان ومال کے نثار کرنے کا جذبہ موجود رہا تب تک سنت اللہ کے مطابق کامیابی ان کے قدموں کو چومتی رہی اور روئے زمین پر وہ حکمراں رہے اور بحر وبر بلکہ چرند وپرند تک ان کی قوت تسخیری کے زیرنگیں رہے، لیکن جب مسلمانوں کے ایمانی اوصاف اوراخلاقی اقدار میں انحطاط آیا نیز اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے صبر وتوکل اورایثار وقربانی کا جذبہ ماند پڑنے لگاتو وہ زوال کا شکار ہوگئے اور آج وہ امت مسلمہ جس کا پرچم کبھی دنیا کے اندر آسمان کی بلندیوں پرلہرارہاتھا، زبردست ذلت وخواری کا منہ دیکھ رہی ہے، چنانچہ عراق، افغانستان، بوسینااور فلسطین وغیرہ کے دلدوز حالات جو ہمارے سامنے ہیں کہ نہ تو ہماری ماؤں اور بہنوں کی عزت وآبرو محفوظ ہے اور نہ ہی ہماری جان ومال اور نہ ہی مسلمانوں کے خون کی کوئی قدر وقیمت ہے، مسلمانوں کے اس درجہ عبرتناک حشر کے پس پردہ بہت سے اسباب وعوامل کارفرما ہیں جولمحۂ فکریہ ہیں۔

اس سلسلہ میں بلاتردد کہا جاسکتا ہے کہ امت کے زوال کے ایک دونہیں ان گنت اسباب ہیں، جن میں سے ایک اہم سبب فکری الحاد، دین سے بیزاری اوردین سے دوری ہے، چنانچہ ایک بڑی تعداد اس فکر کی حامل ہے کہ مذہب اسلام محض چند مخصوص عبادات ورسومات کا روایتی مجموعہ ہے، جس کا مقصد وقتی راحت وآرام اور ذہنی الجھنوں سے نجات پانا ہے، وہ اس حقیقت کوتسلیم نہیں کرتے کہ دین اسلام ایک جامع قوی ترین مذہب اور مکمل دستور حیات ہے، جس کی تعلیمات سے عقائد وعبادات کے علاوہ سماجیات، اقتصادیات، معاشیات اور سیاست وتمدن غرضیکہ ہرشعبہ ہائے حیات میں مکمل راہ نمائی ملتی ہے، اسی لادینیت، دین بیزاری اور فکری الحاد ودہریت کی وجہ سے ان میں دنیا طلبی، ہوسناکی، فیشن پرستی، عریانیت اور آزادیٔ نسواں جیسی مذموم روشیں پنپ رہی ہیں، ایسے معاشرہ میں اسراف، کذب بیانی، دغابازی اور غیبت کوکمال سمجھا جاتا ہے، اورالحاد وبددیانتی کوروشن خیالی سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا ایک اہم سبب مسلمانوں کا آپسی اختلاف وانتشار ہے، قرآن حکیم نے بہت واضح انداز میں حکم دیا ہے کہ: ''وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ'' (مسلمانو! تم آپس میں نہ جھگڑو ورنہ شکست کھاجاؤگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی)۔

قرآن کی اس ابدی صداقت سے روگردانی کی وجہ سے مسلمانوں کی جمعیت کو بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ کے بہت سے غیر معمولی المناک حادثات اسی اختلاف وانتشار کا نتیجہ ہیں جیسا کہ عباسی دور میں سقوط بغداد کا واقعہ اورمغلیہ دورحکومت میں نادرشاہی قتل وخونریزی اور بعد کے زمانے میں مغلیہ دور کا خاتمہ اور اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سوسالہ عظمت ورفعت والی حکومت کا زوال اور موجودہ دور میں عراق وافغانستان کی تباہی وبربادی وغیرہ اسی تلخ سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اسی طرح خلافت عثمانیہ جوکہ اسلامی شان وشوکت کی علمبردار، عالم اسلامی کی عظمت ورفعت کا مینار اور دینا کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی تھی، اسلام دشمن مغربی طاقتوں اور برطانوی سامراج نے مل جل کر اپنی زبردست عیاریوں اور مکاریوں سے اس خلافت کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے کے لئے سازشیں رچیں اور عربوں کوحکومت واقتدار کا سبز باغ دکھاکر اس کے خلاف صف آرا کیااوران کے اندر لسانی اور علاقائی عصبیت کو پیدا کیا، یہاں تک کہ عربوں نے حجاز، عراق اوراسی طرح شام اور فلسطین وغیرہ میں زبردست بغاوتیں کیں اور ترکوں کا قتل عام کیا، اس طرح مسلمانوں کی اجتماعی اور مرکزی قوت پاش پاش ہوگئی اور آج تک عرب حکمرانوں کو باوجود دولت کی بہتات اور قدرتی وسائل کی فراوانی کے وہ حیثیت اورقوت حاصل نہ ہوسکی جو ماضی میں خلافت عثمانیہ کومیسر تھی۔

امت کے زوال کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے اہل یورپ کی طرح عصری علوم وفنون سائنس اور ٹکنالوجی وغیرہ میں ایسا ملکہ حاصل نہیں کیا جیسا کہ یہود ونصاریٰ اور دیگر مسلم دشمن طاقتوں نے ان پرعبور حاصل کرکے نت نئے جنگی آلات راکٹ، میزائل، ایٹم بم، جنگی جہاز، بحری بیڑے اور مختلف قسم کے بموں کوایجاد کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ اہل اسلام کے بالمقابل سپر طاقت بن گئے، جب کہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ'' (دشمنوں کے لئے جہاں تک تم سے ممکن ہوقوت وطاقت کواختیار کرو)۔

اس آیت کریمہ کے فرمان کے مطابق اگر مسلمان جنگ میں کام آنے والے ہرقسم کے آلات کی ایجاد واختراع کرتے تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کرسکتے تھے اوران کواجتماعی اور مرکزی قوت اور عالمی اقتدار حاصل ہوتا، مسلم حکمرانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس حکم خداوندی پرعمل کرتے ہوئے ایسے افراد تیار کریں جو مذکورہ علوم میں مہارت حاصل کرکے ایسی چیزوں کوایجاد کریں، جن سے دشمن کے ہرایک حربہ کوناکام بنایا جاسکتا ہو اور یہ کام مسلم حکمرانوں کے لئے اس اعتبار سے بہت آسان ہے کہ ان کے پاس ان آلات میں کام آنے والے خام اموال، معدنیات اور وافر مقدار میں قدرتی ذخائر موجود ہیں اور ساتھ ہی ساتھ صنعت وتجارت میں اہم کردار ادا کرنے والی بندرگاہیں بھی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں جن سے معاشی استحکام حاصل ہوتا ہے اوران بندرگاہوں کو دشمنوں کے مقابلہ میں بھی کام میں لایا جاسکتا ہے اور وہ معدنیات، قدرتی وسائل اور قدرتی ذخائر جو مسلم ممالک میں موجود ہیں اگر مسلم حکمراں متحد ہوکران سے توانائی پیدا کریں تو انہیں مضبوط ترین دفاعی اور اقدامی قوت حاصل ہوسکتی ہے۔

امت کوزوال سے نکالنے اور بلندیوں سے ہم کنار کرنے کے لئے یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کے تمام طبقات میں صحیح ایمانی قوت بیدار کیا جائے اوران کا تعلق کتاب وسنت سے اس درجہ مضبوط اور مستحکم کیا جائے جس سے ان میں دینی احساس پورے طور پرابھر سکے اور وہ اخلاق کی بلندیوں تک فائز ہوسکیں اور ایسے صالح افراد پیدا ہوں جو اپنے جوش عمل اور وسعت قلب ونظر اور عمل بالکتاب والسنۃ کے ذریعہ ان اوصاف حسنہ کے حامل ہوجائیں، جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید ربانی حاصل ہوتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دین اسلام کے جملہ احکامات کو ماننا اوران پرعمل پیدا ہونا اور نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور آپؐ کی سنتوں کا اتباع کرنا دراصل دنیا وآخرت کی سعادت کی ضامن ہے، اس کے بغیر مسلمان ذلت وپستی سے نہیں نکل سکتا اور نہ ہی اسے ترقی وکامرانی حاصل ہوسکتی ہے۔

کامیابی کا اصل دروازہ

مولانا محمد الحسنیؒ

علم نافع اور عمل صالح اسلامی زندگی کے دوایسے ستون یا زیادہ صحیح الفاظ میں دوایسے تار ہیں، جن کے ملے بغیر صحیح اسلامی زندگی کا تصور ہی قائم نہیں ہوسکتا، ایک مخصوص عقیدہ اوراس کے مطابق عمل؛ یہ وہ محور ہے جس کے گرد سارا اسلامی نظام گردش کررہا ہے، علم اگر عمل سے محروم ہے تو اس کی کوئی قیمت وافادیت نہیں، اسی طرح عمل اگر علم نافع سے خالی اور عاری ہے تو وہ عین جہالت وضلالت ہے۔

قرآن مجید میں اِن الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات کوجس کثرت سے باربار دہرایا گیا ہے، اس کا مقصد یہی ہے کہ یہ بات انسان کے دل میں پوری طرح راسخ ہوجائے کہ جب تک وہ ان دونوں چیزوں کا حامل نہ ہوگا، کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوگا۔ افسوس ہے کہ یہ دونوں چیزیں جو کبھی لازم ملزوم تھیں، ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتی جارہی ہیں! اگر کوئی عالم ہے تو عمل کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور اگر عامل ہے تو علم حاصل کرنے کی اہمیت نہیں سمجھتا یا غلط علم پر اپنی بنیاد قائم کرتا ہے، جو اس سے بھی زیادہ مضر وخطرناک بات ہے۔

مسلمانوں کے انحطاط وپستی کا شکوہ ہرجگہ عام ہے اور تکیۂ کلام بن چکا ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی سب سے بڑی جڑ عملی کوتاہی ہے، بہت سی دوسری باتیں جو اس سلسلہ میں کہی جاتی ہیں وہ بھی عمل کی کمزوری کا نتیجہ ہیں، اس لئے اسلامی عمل صرف چند رسوم تک محدود نہیں بلکہ وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، مثلاً مسلمان کو محنت کرنے، تجارت کرنے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دی گئی ہے، اور وہ اگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے دین پر صحیح طور پر عمل نہیں کررہا ہے، وہ کسی پر غلط بھروسہ کرتا ہے، خوشامد کرتا ہے اور اپنی خودی کو مجروح کرتا ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنے دین کی روح ٹھیک طور پر نہیں سمجھی ہے یا سمجھ کر اس پر عامل نہیں ہے، اس روشنی میں دیکھئے تو اکثر مسائل کی تہہ میں علم وعمل کا یہ فرق نظر آئے گا۔

علم وعمل کا یہ فرق وہ عظیم فرق ہے جس کی وجہ سے بہت سے زندہ صورت انسان حقیقتاً مردہ صفت ہیں، بہت سے ہدایت یافتہ نظر آنے والے گمراہ اور بہت سے کامیاب، نامراد وناکام ہیں۔ علم کی روشنی میں دیکھئے تو اکثر لوگوں کی سطح بہتر نظر آئے گی، بلکہ بعض اوقات بہت بلند نظر آئے گی، اور عمل کے لحاظ سے دیکھئے تو ایسی تاریک اور عمیق پستیاں جہاں حدِ نظر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ یہ تو وہ شکل ہے جہاں عمل کا سایہ بھی نہیں پڑتا، لیکن اگر روشنی بھی ہے تو وہ ایسی جیسی بھری برسات کی اندھیری رات میں جگنو کی ٹمٹماتی روشنی، لیکن یہ ہر علم وعمل کی بات نہیں ہے، ہر علم وعمل اللہ کے یہاں مقبول نہیں، یہاں مراد صرف علم نافع اور عمل صالح ہے یعنی وہ علم جو خدا تک پہنچانے والا ہے اور وہ عمل جو شریعت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے۔ ہماری زندگی میں کئی ایسی چیزیں آتی ہیں جن کو ہم ہمیشہ نظر کے سامنے رکھتے ہیں اور وہ ہمارے نزدیک اصول اور معیار کا درجہ رکھتی ہیں، لیکن اگر یہ معیار ہماری سامنے رہے کہ ہمارے علم وعمل کے درمیان کیا تناسب ہے تو شاید ہماری حقیقت ہم پر جلد آشکارا ہوجائے، اور یہی انکشاف خدا تک پہنچنے کا اصل دروازہ ہے۔ ''من عرف نفسه فقد عرف ربه'' (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا)۔

Scanned with CamScanner

مدارس کے تحفظ کے لئے ان کا معیاری ہونا ضروری

مولانا ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی شمسی

مسلم سماج میں تعلیم کے لئے دو قسم کے ادارے کام کر رہے ہیں، ان میں سے ایک اسکول ہے، جبکہ دوسرا مدارس ہیں، مسلمانوں کے اکثر بچے/ بچیاں اسکول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور تقریباً ۴رفیصد بچے اور بچیاں مدارس میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

جہاں تک معیاری تعلیم کی بات ہے، اگر اہل علم اسکول کا جائزہ لیتے ہیں،تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اکثر اسکول کے ذمہ داروں نے اسکول کی تعلیم کو معیاری بنانے کی کوشش کی ہے، انہیں اپنے طلبہ کو جیسے تیسے سڑٹفکیٹ اور ڈگری دینے کی جلدی نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ معیاری تعلیم کا انتظام اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ معیاری اسکول میں داخلہ کے لئے بھیڑ لگی رہتی ہے، بہت سے طلبہ و طالبات خواہش کے باوجود داخلہ سے محروم رہ جاتے ہیں،موجودہ وقت میں تعلیم کا جو معیار برادران وطن کے اسکولوں میں ہے، وہ معیار مسلم سماج کے اکثر مسلم اسکول میں نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلم سماج کے طلبہ مسلم اسکول میں بہت کم داخلہ لیتے ہیں، بلکہ وہ مسلم اسکول کے بجائے دیگر اسکول میں داخلہ لیتے ہیں،تا کہ وہ معیاری اسٹوڈنٹ بنیں، یہی وجہ ہے کہ وہ مقابلہ جاتی امتحانات میں بھی زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔

جہاں تک مدارس ومکاتب کی بات ہے تو ان کی تعداد بے شمار ہے، اگر یہ کہا جائے کہ تقریباً ہر گاؤں میں مکاتب اور مدارس ہیں تو غلط نہ ہوگا، مگر افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے چند ہی ایسے ہیں، جو معیاری ہیں اور یہی مدارس لاج رکھے ہوئے ہیں، بقیہ مدارس اکثر غیر معیاری ہیں، اکثر اہل مدارس کے نزدیک نہ معیار کی اہمیت ہے اور نہ معیاری تعلیم کی۔ موجودہ وقت میں تقریباً روزانہ مدارس کا قیام عمل میں آرہا ہے، ان کے اعلان کو پڑھ کر افسوس ہوتا ہے، اعلان کے مطابق بہت سے ذمہ داران مدارس ۸رسال پڑھا کر عالمیت اور فضیلت کی سند دے رہے ہیں، بہت سے اسی ۸رسال میں میٹرک بھی پاس کرا رہے ہیں، بہت سے مدارس ایسے ہیں جو آن لائن تعلیم دے کر عالمیت اور فضیلت کی سند دے رہے ہیں، بہت سے مدارس ایسے ہیں جو آن لائن افتاء کی تعلیم دے کر مفتی بنا رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے سڑٹفکیٹ اور ڈگری باٹنے کا ہور لگا ہوا ہے، مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ بچے اور بچیوں کی زندگی کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں، اسی طرح کے مدارس اچھے مدارس کو بدنام کر رہے ہیں۔

ذمہ داران مدارس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ فاضل ایک ڈگری ہے، یہ پوری دنیا میں ایم اے کے مساوی ہے، موجودہ وقت میں عصری اداروں میں ایم اے تک کی تعلیم کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

میٹرک 10 سال، انٹر 2 سال، گریجویشن 3 سال، ایم اے 2 سال، کل 17 سال۔ عصری اداروں میں 17 رسال تعلیم حاصل کرتے ہیں، تب وہ ایم اے پاس کرتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ بہت سے ذمہ داران مدارس صرف چند سال تعلیم دیتے ہیں اور عالم، فاضل اور مفتی اور قاضی کی سند دیتے ہیں، یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے، اور یہ مدارس کے طلبہ کے ساتھ انصاف نہیں ہے، طلبہ آپ کے پاس امانت ہیں، ان کے لئے معیاری تعلیم کا انتظام اہل مدارس کا فریضہ ہے، ورنہ اس کی وجہ سے وہ پکڑ میں آئیں گے، اور وہ دن دور نہیں ہے۔

گارجین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے اچھے اور معیاری ادارے کا انتخاب کریں، تا کہ آپ کا بچہ اچھا بن کر نکلے، طلبہ کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی تعلیم کے لئے اچھے اور معیاری ادارے کا انتخاب کریں، اگر آپ نے غیر معیاری ادارے سے چند برسوں میں سند حاصل کرلی تو بعد میں افسوس کرنا پڑے گا، عام طور پر فارغین مدارس کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ فضیلت کی سند کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں، آن لائن افتاء کرتے ہیں، آن لائن قضاء کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، یا ایسے ادارہ میں کچھ تعلیم حاصل کرکے ڈگری حاصل کرتے ہیں، جو کہیں سے منظور نہیں، ایسی سند اور ڈگری کی کوئی حیثیت نہیں ہے، فارغین مدارس کو چاہتے کہ وہ فضیلت کے بعد کوئی ایسی ڈگری حاصل کریں، جس سے وہ زندگی میں کام لے سکیں، موجودہ وقت مقابلہ کا ہے، جب تک ہم اپنے آپ کو اس قابل نہیں بنائیں گے، زندگی میں پریشانیاں جھیلتے رہیں گے۔

موجودہ وقت میں حکومت کی نظر مدارس پر زیادہ ہے، گرچہ مدارس رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ سے مستثنیٰ ہیں، مگر تحفظ حقوقِ اطفال کا بہانہ بنا کر مدارس کی انکوائری کی جارہی ہے، ایسے ادارے جو معیاری نہیں ہیں وہ ابھی سے فکر کریں، اور اپنے مدارس کو ہر اعتبار سے معیاری بنائیں، تا کہ وہ محفوظ رہ سکیں، بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ معاملہ سرکاری مدارس کا ہے، ان کی یہ فکر صحیح نہیں ہے، اس کی زد میں وہ تمام ادارے آئیں گے، جو غیر معیاری ہیں، چند برسوں میں عالم اور فاضل کی ڈگری دیتے ہیں، وسائل کی کمی ہے، پھر بھی وہ عالم تک کی تعلیم دیتے ہیں، اس لئے اہل مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ وقت سے پہلے مدارس کو معیاری بنانے کی فکر کریں، مدارس کے تحفظ کے لئے ان کو معیاری بنانا اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا وقت کی ضرورت ہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ مدارس جن میں عصری مضامین شامل ہے، وہ دیگر انفرااسٹرکچر سے آراستہ کرکے معیاری بنائیں، اور جن اداروں میں انٹر معیار تک نظام تعلیم اور نصاب نہیں ہے، وہ ابھی سے تیاری کریں کہ ان کے مدارس میں کم سے کم انٹر معیار تک دینی اور عصری مضامین ہوں، اس کے علاوہ انفرااسٹرکچر پر بھی توجہ دی جائے، تا کہ مدارس خطرات سے محفوظ رہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح فکر عطا فرمائے اور پریشانیوں سے بچائے۔ جزاکم اللہ خیرا

ہندوستان کا جمہوری نظام خطرے میں

محمد فاروق اعظمی

معاملہ کا روشن پہلو مدنظر رکھنا مثبت انداز فکر کہا جاتا ہے، بدگمانی سے بچنا اور معاملات وافراد کے تعلق سے حسن ظن رکھنا بھی تعمیر کے ذیل میں آتا ہے لیکن جب ہر طرف تاریکی کی دھند چھا رہی ہو، اندھیرا چھٹنے کی دور دور تک کوئی امید نہ ہو، تخریب کا عمل تسلسل کے ساتھ جاری ہو تو ہزار طرح کے وسوسے پیدا ہوجاتے ہیں، معمولی شک وشبہ بھی ہمالیائی خطرہ نظر آنے لگتا ہے۔ چند برس پہلے تک امید کی ایک آدھ کرن کہیں نہ کہیں سے آرہی تھی مگر اب تو ہر سو تیرہ و تار ہے، وسوسے سنپولے سے شیش ناگ بن کر ڈسنے لگے ہیں، شبہات ٹھوس حقیقت بن چکے ہیں کہ جمہوریت ماضی کا قصہ بن چکی ہے، وقت کا تاناشاہ ہر چیز پر قابض ہو چکا ہے۔

گزشتہ دو تین ہفتوں سے جس طرح کی خبریں آرہی ہیں، خاص طور سے پارلیمنٹ، الیکشن کمیشن، مرکزی تفتیشی ایجنسیوں اور مختلف ریاستوں کے راج بھون کے کام کاج کی تفصیلات، بتارہی ہیں کہ اب تاناشاہ اپنا قبضہ مستحکم اور مستقل بنانے کا کام کررہا ہے۔ حکومتیں عدالتوں سے لڑرہی ہیں، حکمراں جماعت مختلف جگہوں پر مجرموں کی طرح کام کررہی ہے اور ریاستوں کے گورنر برطانوی راج کے پالیٹیکل ایجنٹ کی طرح خراج وصولی کی راہ پر گامزن ہیں۔ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں حکمراں جماعت کی کھلی من مانی ہے، آئین کیلئے کوئی جگہ نہیں بچی ہے۔ آئین کے خلاف مذہب کی بنیاد پر سی اے اے جیسا سیاہ قانون بنایا جارہا ہے۔ احتجاج اور مظاہرہ پر پابندی ہے۔ متنوع ہندوستان میں سماجی، معاشی، تہذیبی اور ثقافتی تفاوت کو خوفناک حد تک بڑھاوا دیا جارہا ہے۔

اسمبلی اور راج بھون کے معاملات سپریم کورٹ میں پہنچ چکے ہیں اور سپریم کورٹ یہ دیکھ کر متحیر ہے کہ ریاست کا گورنر اس کا حکم ماننے سے انکار کررہا ہے۔ میڈیا کی فیکٹ چیکنگ کے نام پر مرکز اظہار رائے کی آزادی پر قدغن لگا رہا ہے۔ فقط دو گھنٹے کے اندر دو سو ناموں سے مرکز دو نام شارٹ لسٹ کرکے، اپوزیشن کو اعتماد میں لیے بغیر الیکشن کمشنر کی تقرری کردے رہا ہے۔ انتخابی بانڈس کے نام پر وصولی گینگ کی بھتہ خوری کا مکروہ عمل تو سامنے آہی چکا ہے۔ 'نہ کھاؤں گا - نہ کھانے دوں گا' کا دعویٰ کرنے والوں نے بلیک میلنگ، بھتہ اور رشوت خوری کا نیا طریقہ اپنایا اور آئینی اداروں ای ڈی، سی بی آئی وغیرہ کا استعمال کرتے ہوئے ہزاروں کروڑ روپے وصول کرلیے۔ اسٹیٹ بینک آف انڈیا نے حکومت کی بھتہ خوری پر پردہ ڈالنے کیلئے جس طرح عدالت سے آنکھ مچولی کھیلی، وہ بھی دنیا نے دیکھ لیا۔ انتخاب کے اس زمانے میں اپوزیشن کو میدان سیاست سے دور رکھنے کی غیر جمہوری کوشش بھی دیکھی جارہی ہے۔ کانگریس جیسی قومی پارٹی کو انتخابی مہم سے باہر رکھنے کیلئے اس کے مالی وسائل پر ڈاکہ ڈالا جارہا ہے۔ دہائیوں پرانے معاملات میں انکم ٹیکس کے گدھ کانگریس کے بینک اکاؤنٹ کو نوچ کھسوٹ رہے ہیں۔ 'ایک قوم - ایک انتخاب' کے خوش آہنگ نعرہ کے پردے میں ہندو راشٹر کے مکروہ عزائم چھپانے کی کوشش ہورہی ہے۔

مغربی بنگال سے دہلی تک مرکزی تفتیشی ایجنسیوں کی سینہ زوری بھی دیکھی جارہی ہے۔ کئی ریاستوں میں غیر بی جے پی- غیر این ڈی اے پارٹیوں کی حکومتوں کو تفتیشی ایجنسیاں مشق ستم بنائے ہوئے ہیں۔ ان ریاستوں میں حکمراں لیڈروں اور اعلیٰ عہدیداروں کے خلاف کارروائی پوری دنیا میں ہندوستانی جمہوریت کو موضوع بحث بنائے ہوئے ہے۔ اپوزیشن لیڈروں کی گرفتاری، بغیر فرد جرم کے برسوں تک جیل میں قید، ضمانت حاصل کرنے کی راہ میں روڑے اٹکانے جیسا غیر قانونی عمل بھی عدالتی سرزنش کا سزاوار ہوتے دیکھا گیا۔ ہندوستان کے آئین اور جمہوریت پسندوں نے آئینی عہدہ پر رہتے ہوئے کسی وزیر اعلیٰ کی گرفتاری کا منظر بھی دیکھا۔ دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کجریوال کو صرف اس لیے گرفتار کرکے ان کے حق ضمانت کو بھی روندا جارہا ہے کہ ان پر مبینہ شراب گھوٹالہ میں ملوث ہونے کا الزام ہے۔ جیل میں بند مسلم لیڈروں کا ایک ایک کرکے قتل کیا جانا بھی اسی تاناشاہی دور کا قصہ ظلم ہے۔ شہاب الدین، عتیق احمد کے بعد یہ سلسلہ مختار انصاری تک جا پہنچا ہے، اعظم خان پہلے ہی اپنی موت کا خدشہ ظاہر کرچکے ہیں۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہندوستان کا آئین دنیا کے چند بہترین آئین میں سے ایک ہے جو ملک کے عوام کو سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف فراہم کرنے کی ضمانت دیتا ہے لیکن یہ آئین آج تاناشاہ کی مشق مذموم کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ جمہوریت کو کچلنے، عوام کے سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے اور آئین کو تار تار کرنے کا واحد مقصد ملک سے جمہوریت کا خاتمہ ہے۔ یہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے کہ آج حکمرانی کرنے والوں کی جس تنظیم نے تربیت کی اور انہیں حکمرانوں کے عہدہ پر پہنچایا، اس کا مقصد ہندوستان سے جمہوریت کا خاتمہ اور ہندو راشٹر کا قیام ہے۔ ہندو راشٹر کا مطلب ایک ایسا ملک جس کا نظام آئین کے بجائے ہندو مذہبی قوانین کے ذریعہ چلایا جائے۔ ایک ایسا مذہبی قانون جس میں انسان کو بحیثیت انسان بھی درجات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حکمرانی کیلئے مخصوص گروہ مقرر ہے، اس کے علاوہ ہر فرد و بشر حکمرانوں کا چاکر بن کر وسائل اور طاقت کے ہر ذریعہ سے محروم ہوجائے، جس میں انسانی حقوق کا کوئی گزر نہ ہو، شہریوں کے حقوق حکمرانوں کے اشارے پر دیے اور سوخت کیے جاسکتے ہوں، مذہبی اقلیتوں کا کوئی مقام نہ ہو، ان کی زندگی حکمرانوں کی مہربانی پر منحصر ہو۔ راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کے پروردہ حکمرانوں نے 2014 میں اقتدار میں آنے کے بعد سے اپنی تمام سرگرمیاں صرف اسی ایک کاز کیلئے وقف کردیں لیکن ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی آئین بنا۔ اس آئین کے رہتے ہوئے نہ تو ہندو راشٹر کے قیام کا اعلان ممکن ہے اور نہ اقلیتوں کو ملک سے نکالنے کی مذموم کوشش ہی کامیاب ہوسکتی ہے۔ اسی لیے سطحی طور پر آئین کا احترام کرنے کے باوجود حکمراں طبقہ اس آئین کو مسلسل تباہ کرنے میں لگا ہوا ہے۔ حالات نے اس نہج پر پہنچا دیا ہے کہ نہ التجا کی ہمت رہی ہے اور نہ ضبط کا حوصلہ ہی باقی ہے۔ ایسے میں خوش گمانی کا دامن چھوڑ کر 'کرو یا مرو' کا راہ روہی آئین اور جمہوریت کو بچا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

انڈیا اتحاد کے لیڈران، پارٹیاں، اوراس کے امیدوار اور کہاں انڈیا اتحاد کی کس جماعت کو ووٹ کریں

مظاہر حسین عماد قاسمی

انڈین نیشنل ڈیوپمنٹل انکلوسیوالائنس (انڈیا) بھارت میں 41 سیاسی جماعتوں کا ایک بڑا سیاسی اتحاد ہے جس کی قیادت بھارت کی سب سے بڑی اپوزیشن جماعت انڈین نیشنل کانگریس کرتی ہے، یہ اتحاد دو ہزار چوبیس (2024) کے ہندوستان کے لوک سبھا انتخابات میں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کی زیر قیادت حکمراں نیشنل ڈیموکریٹک الائنس حکومت کی مخالفت میں ہے۔

انڈیا اتحاد ایک نظر میں: نام: انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس، مخفف: انڈیا، چیئر پرسن: ملکارجن کھرگے، تاریخ قیام: 18 رجولائی 2023؛ 8 مہینے پہلے، اس سے پہلے انڈیا اتحاد کی بہت ساری پارٹیاں "متحدہ ترقی پسند اتحاد" کا حصہ تھیں، کل اتحادی پارٹیاں: 40، مئی دو ہزار انیس تا مئی دو ہزار چوبیس کی لوک سبھا میں نشستیں: 116 / 543، راجیہ سبھا میں نشستیں: 92 / 245، ریاستی قانون ساز اسمبلیوں میں نشستیں: 1613 / 4036، ریاستی قانون ساز کونسلوں میں نشستیں: 96 / 423، حکومت میں ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی تعداد: 9 / 31، بانیان انڈیا اتحاد، ملیکارجن کھڑگے: ملیکارجن کھڑگے (21 / جولائی 1942) موجودہ صدر انڈین نیشنل کانگریس اور سابق صدر انڈین نیشنل کانگریس راہل گاندھی (19 / جون 1970) (دونوں کانگریسی لیڈران ہیں) نتیش کمار: بہار کے وزیر اعلی اور جنتادل یونائیٹڈ کے لیڈر نتیش کمار (یکم مارچ 1951) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، مگر وہ اب بی جے پی کی قیادت والے اتحاد نیشنل ڈیموکریٹک الائنس میں ہیں، ممتا بنرجی: بنگال کی وزیر اعلی اور آل انڈیا ترنمول کانگریس ممتا بنرجی (پانچ جنوری 1955) انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، مگر انہوں نے بنگال کی تمام بیالیس نشستوں پر اپنی امیدوار کھڑا کر کے انڈیا اتحاد کی دوسری پارٹیوں انڈین نیشنل کانگریس اور کمیونسٹ پارٹیوں کی اہمیت گھٹادی ہے، ممتا بنرجی کو چاہیے تھا کہ کم از کم مالدہ اور بہرام پور کی سیٹیں کانگریس کے لیے چھوڑ دیتیں جہاں سے اس کے سیٹنگ ممبران لوک سبھا تھے، دو ہزار انیس میں مالدہ سے ابوحسام خان چودھری اور بہرام پور سے ادھیر رنجن چودھری انڈین نیشنل کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے، ممتا بنرجی نے بنگال کے سب سے بڑے کانگریسی لیڈر اور لوک سبھا میں کانگریس کے قائد ادھیر رنجن چودھری (۲ر اپریل 1956) کے خلاف بہرام پور سے ایک گجراتی مسلمان اور کرکٹر یوسف پٹھان (۲ر نومبر 1982) کو کھڑا کر کے مسلم ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، ادھیر رنجن چودھری بہرام پور سے انیس سو نناوے سے دو ہزار انیس تک لگاتار پانچ لوک سبھا انتخابات میں کامیاب ہو چکے ہیں، ممتا بنرجی کی اس حرکت سے ان کا تکبر ظاہر ہوتا ہے اور کانگریس دشمنی عیاں ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھارتیہ جنتا پارٹی کو ہرانے میں سنجیدہ نہیں ہیں، ایم کے اسٹالن: ایم کے اسٹالن (یکم مارچ 1953) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، وہ سات مئی دو ہزار اکیس سے تمل ناڈو کے وزیر اعلی بھی ہیں اور تمل ناڈو کی سب سے بڑی پارٹی ڈی ایم کے کے صدر بھی ہیں، ان کے والد آنجہانی متھویل کرونا ندھی (تین جون 1924 - سات اگست 2018) بھی انیس سو انہتر سے دو ہزار گیارہ تک پانچ بار تمل ناڈو کے وزیر منتخب ہوئے اور اٹھارہ سال نو ماہ اٹھارہ دنوں تک کل چھ ہزار آٹھ سو تریسٹھ دنوں تک تمل ناڈو کے وزیر اعلی تھے، لالو پرساد یادو: بہار سے تعلق رکھنے والے اور راشٹریہ جنتادل کے بانی اور لیڈر لالو پرساد یادو (گیارہ جون 1948) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، وہ سابق وزیر اعلی بہار اور سابق مرکزی وزیر ریل ہیں، اکھلیش یادو: سابق مرکزی وزیر دفاع اور سابق وزیر اعلی یوپی آنجہانی ملائم سنگھ یادو (22 نومبر 1939 - 10 اکتوبر 2022) کے بیٹے اور سابق وزیر اعلی یوپی اکھلیش یادو (یکم جولائی 1973) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، اروند کیجریوال: عام آدمی پارٹی کے بانی اور اٹھائیس دسمبر دو ہزار تیرہ تا چودہ فروری دو ہزار چودہ دہلی کے وزیر اعلی رہے اور پھر چودہ فروری دو ہزار پندرہ سے تاحال وزیر اعلی دہلی اروند کیجریوال (سولہ اگست 1968) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، عام آدمی پارٹی دہلی میں چار سیٹوں، گجرات میں دو سیٹوں اور ہریانہ میں ایک سیٹ پر کانگریس سے اتحاد کر کے الیکشن لڑ رہی ہے، مگر پنجاب میں دونوں پارٹیاں تمام تیرہ سیٹوں پر لڑ رہی ہیں، ہیمنت سورین: سابق وزیر اعلی جھارکھنڈ شیبو سورین (گیارہ جنوری 1944) کے بیٹے اور سابق وزیر اعلی جھارکھنڈ ہیمنت سورین (دس اگست 1975) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، شرد پوار: سابق مرکزی وزیر اور سابق وزیر اعلی مہاراشٹرا اور نیشنلسٹ کانگریس پارٹی کے بانی اور لیڈر شرد پوار (بارہ دسمبر 1940) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، ڈی راجہ: کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے جنرل سکریٹری دوریسامی راجہ (پیدائش 3 جون 1949) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، جینت سنگھ: راشٹریہ لوک دل کے قومی چیئرمین جینت سنگھ چودھری (پیدائش: 27 دسمبر 1978)، جو جینت چودھری کے نام سے مشہور ہیں بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، مگر اب وہ بی جے پی کی قیادت والے اتحاد نیشنل ڈیموکریٹک الائنس میں ہیں، محبوبہ مفتی: جموں کشمیر پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی کی لیڈر اور سابق وزیر اعلی محبوبہ مفتی سعید (پیدائش: 22 مئی 1959) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، انہوں نے 4 ر اپریل 2016 سے 19 ر جون 2018 تک جموں وکشمیر کی 9 ویں وزیر اعلیٰ کے طور پر خدمات انجام دی ہیں، ان کے والد مفتی سعید مرحوم بھی مرکزی وزیر داخلہ اور جموں کشمیر کے وزیر اعلی رہ چکے ہیں، ادھو ٹھاکرے: سابق وزیر اعلی مہاراشٹرا اور شیوسینا کے لیڈر رادھوبال ٹھاکرے (پیدائش 27 جولائی 1960) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، فاروق عبداللہ: سابق وزیر اعلی جموں کشمیر اور جموں کشمیر نیشنل کانفرنس کے لیڈر فاروق عبداللہ (تاریخ پیدائش 21 ر اکتوبر 1937ء) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں، سیتارام یچوری: کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) کے جنرل سکریٹری سیتارام یچوری (پیدائش 12 ر اگست 1952) بھی انڈین نیشنل ڈیولپمنٹ انکلوسیوالائنس کے بنیاد گذاروں میں سے ہیں،

انڈیا اتحاد کی پارٹیوں کی پارٹی وار طاقت درج ذیل ہے: ۱۔ انڈین نیشنل کانگریس: لوک سبھا کی نشستیں: 50 / 543، راجیہ سبھا کی نشستیں: 30 / 245، کل ممبران لیجسلیٹیو اسمبلی: 676 / 4036، کل ممبران لیجسلیٹیو کونسل: 55 / 426، ہندوستان کے کل اٹھائیس صوبوں اور تین مرکزی علاقوں میں سے پانچ میں حکومت میں شامل ہے، تین صوبوں، کرناٹک، تلنگانہ اور ہماچل پردیش میں اس کے وزرائے اعلی ہیں، جھارکھنڈ اور تمل ناڈو میں حکمراں اتحاد میں وہ دوسری بڑی پارٹی ہے۔

حیثیت: نیشنل پارٹی ہے، اس پارٹی کا قیام ایک سو اڑتیس سال قبل اٹھائیس دسمبر اٹھارہ سو پچاسی میں ہوا تھا، پانچ کڑور پچاس لاکھ اس کے ممبران ہیں، دو ہزار نو کے لوک سبھا انتخابات میں کانگریس کو اٹھائیس اعشاریہ پچپن (28.55) فیصد ووٹ ملے تھے، اور دو سو چھ سیٹیں ملی تھیں، اس کی دیگر اتحادی پارٹیوں کو چھپن سیٹیں ملی تھیں، اور اس نے انتخاب کے مزید اتحادی پارٹیوں کا انتظام کر کے دو ہزار چودہ تک بہت شاندار طریقے سے حکومت کی تھی، دو ہزار نو میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو اٹھارہ اعشاریہ اسی (18.80) فیصد ووٹ ملے تھے اور ایک سو سولہ لوک سبھا نشستیں ملی تھیں، اور اس کی اتحادیوں کو تینتالیس نشستیں ملی تھیں، اس اتحاد کے پاس کل ایک سو انسٹھ لوک سبھا نشستیں تھیں، جو کانگریس اتحاد کی نشستوں سے ایک سو تین نشستیں کم تھیں، دو ہزار چودہ میں کانگریس کا نو اعشاریہ چوبیس (9.24) فیصد گھٹ گیا اور اسے لوک سبھا کی صرف چوالیس نشستیں حاصل ہوئیں، اور انیس اعشاریہ اکتیس (19.31) فیصد ووٹ ملے، نو اعشاریہ چوبیس (9.24) فیصد ووٹ کے گھٹنے سے ہی کانگریس کو ایک سو باسٹھ سیٹوں کا نقصان ہوا، دو ہزار چودہ میں بھارتیہ جنتا پارٹی کا بارہ اعشاریہ بیس (12.20) فیصد بڑھ گیا اور اسے لوک سبھا کی دو سو بیاسی نشستیں حاصل ہوئیں، اسے کل اکتیس (31) فیصد ووٹ ملے، بارہ اعشاریہ بیس (12.20) فیصد ووٹ کے بڑھنے سے ہی بھارتیہ جنتا پارٹی کو ایک سو چھیاسٹھ سیٹوں کا فائدہ ہوا، انیس فیصد سے زیادہ کانگریس کے پاس ووٹ ہے اور فی الحال ووٹ اور ارکان لوک سبھا کے اعتبار سے وہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے بعد ملک کی دوسری بڑی پارٹی ہے، دو ہزار انیس میں بھارتیہ جنتا پارٹی کا سات اعشاریہ چھتیس (7.36) فیصد ووٹ بڑھ گیا اور اس کی لوک سبھا سیٹوں میں اکیس سیٹوں کا فائدہ ہوا، اور اسے لوک سبھا کی تین سو تین نشستیں حاصل ہوئیں، اسے کل سینتیس اعشاریہ چھتیس (37.36) فیصد ووٹ ملے، دو ہزار انیس میں کانگریس کا بھی صفر اعشاریہ اٹھارہ (0.18) ووٹ بڑھ گیا اور اس کی لوک سبھا سیٹوں میں آٹھ سیٹوں کا فائدہ ہوا، اور اسے لوک سبھا کی باون نشستیں حاصل ہوئیں، اسے کل انیس اعشاریہ انچاس (19.49) فیصد ووٹ ملے، ان اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کانگریس کے بارہ فیصد ووٹ بھی بڑھ گئے تو وہ آرام سے سادہ اکثریت مل سکتی ہے، اس لیے ہر بھارتی اپنے ووٹ کو موتی اور ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی سمجھے اور کانگریس اور اس کی اتحادی پارٹیوں کے امیدواروں کو ووٹ دے، ملک کی ازادی میں کانگریس کا بہت اہم رول ہے، کانگریس مہاتما گاندھی، جواہر لعل نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد کے خون جگر سے سینچی ہوئی پارٹی ہے، آزادی کے بعد سے تیس سالوں تک بلا شرکت غیر اس کی حکومت رہی ہے، انیس سو اسی سے نواسی تک بھی بلا شرکت غیرے اس کی حکومت رہی ہے، اور انیس سو اکیانوے سے چھیانوے تک اکثریت کے لیے چند سیٹیں کم تھیں جس کا انتظام اس نے جھارکھنڈ مکتی مورچہ جیسی چھوٹی پارٹیوں کی حمایت حاصل کر کے کرلیا تھا، اور پھر دو ہزار چار سے دو ہزار چودہ تک اس نے کئی دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر ملک کی خدمت کی ہے۔

دو ہزار چوبیس میں کانگریس کے امیدوار: دو ہزار چوبیس کے لوک سبھا انتخاب میں انڈین نیشنل کانگریس کے امیدواروں کی تعداد تین سو انتیس ہے، لوک سبھا کی کل نشستیں پانچ سو تینتالیس ہے، بقیہ دو سو چودہ نشستوں پر اس کی اتحادی پارٹیاں ہیں،۔

۲۔ کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) (جس کا مخفف سی پی آئی (ایم) ہے: ہندوستان کی ایک کمیونسٹ سیاسی جماعت ہے، یہ رکنیت اور انتخابی نشستوں کے لحاظ سے ہندوستان کی سب سے بڑی کمیونسٹ پارٹی ہے، اور ہندوستان کی قومی جماعتوں میں سے ایک ہے۔

تاریخ قیام: کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے بہت سارے لیڈران اپنی پارٹی سے الگ ہو کر سات نومبر انیس سو چونسٹھ کو کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) کی بنیاد ڈالی، اور پھر یہی پارٹی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا سے بڑی پارٹی بن گئی۔

کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کی طاقت: دو ہزار سولہ سے کیرل میں اس کی حکومت ہے، انیس سو اڑسٹھ سے اب تک سات بار اس کی حکومتیں قائم ہوئی ہے، جن میں اس نے مجموعی طور سے پونے ستائیس سال حکومت کی ہے، کیرل کی ایک سو چالیس رکنی اسمبلی میں اس کے اکسٹھ ممبران اسمبلی ہیں، بنگال میں اکیس جون انیس سو ستہتر سے تیرہ مئی دو ہزار گیارہ تک مسلسل چونتیس سالوں تک حکومت رہ چکی ہے، مگر اب وہ بنگال میں بہت کمزور ہے، دو ہزار انیس میں بنگال کی بیالیس لوک سبھا سیٹوں میں ایک سیٹ پر بھی وہ کامیاب نہیں ہوسکی تھی، اسی طرح مئی دو ہزار اکیس کے اسمبلی الیکشن میں بھی اسے ایک بھی سیٹ نہیں ملی تھی، (بقیہ صفحہ: ۱۴ ر پر)

Scanned with CamScanner

نقطہ نظر

ذات پات کا نظام اور اسلامی تعلیمات

ڈاکٹر منظور عالم

دنیا کے تمام انسان ایک جیسے ہیں، سبھی برابر ہیں، سبھی کی تخلیق ایک حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے، انسانوں کو آپس میں ایک دوسرے پر تفوق، برتری اور فضیلت ثابت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ انسانیت کی مختلف طبقات میں تقسیم اعلی اور ادنی کی درجہ بندی، ذات پات کا نظام اور قبائل میں برتری کا عنصر اسلامی تعلیمات، قرآنی احکامات اور اللہ تعالی کی ہدایات کے خلاف ہے۔ قرآن میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم نے تمام انسانوں کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور ان کو مختلف ذات اور قبائل میں تقسیم کیا گیا ہے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکے اور تم میں سب سے معزز اللہ تعالی کے نزدیک تقوی والا ہے۔ اس آیت کا صاف مطلب ہے کہ سبھی انسان برابر ہیں، آپس میں کوئی تفریق نہیں ہے، ذات اور قبائل کی حیثیت صرف شناخت اور پہچان کیلئے ہے لیکن دھیرے دھیرے انسانوں نے اپنے قبیلہ، خاندان اور برادری کو فخر کا ذریعہ بنالیا دوسروں کو اسی بنیاد پر نیچا دکھانا شروع کر دیا اور بعض قوموں نے انسانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا، ان کے ساتھ پیشہ کو بھی خاص کر دیا اور فطرت کے نظام کے خلاف اپنا ایک نظام بنا کر انسانوں کو انسانی حقوق سے محروم کر دیا جس میں بھارت کا برہمنوں کا ذات پات پر مبنی نظام سرفہرست ہے۔ ہندووں کی طبقاتی تقسیم میں سب سے اعلیٰ برہمن ہے جس کے ذمہ داری مذہبی امور کی انجام دہی ہے۔ مذہبی امور اور رسومات کی ادائیگی کرانے کا حق کسی دوسری ذات کو نہیں ہے۔ دوسرا درجہ چھتری کہلاتا ہے جس کے ذمہ دفاع، حکومت اور نظم ونسق ہے۔ تیسرا درجہ ویسیہ کہلاتا ہے جن کے ذمے تجارت اور کاشت کاری ہوتی ہے۔ اور سب سے ادنیٰ درجہ کو شودر کہا جاتا ہے جن کے ذمے ان تینوں درجے کے لوگوں کی خدمت اور ان کے گھروں کی صفائی ہوتی ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے تین نہایت اہم اصول کو بیان فرمایا ہے۔ ”ایک یہ کہ تم سب کی اصل ایک ہے، ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے تمہاری پوری نوع وجود میں آئی ہے اور آج تمہاری جتنی نسلیں بھی دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھی۔ اس سلسلہ تخلیق میں کسی جگہ بھی اونچ نیچ کیلئے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے جس کے زعم میں تم مبتلا ہو۔ ایک ہی خدا تمہارا خالق ہے، ایسا نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کو مختلف خداؤں نے پیدا کیا ہو۔ ایک ہی مادہ تخلیق سے تم بنے ہو، ایسا بھی نہیں ہے کہ کچھ انسان کسی پاک یا بڑھیا مادے سے بنے ہوں اور کچھ دوسرے انسان کسی ناپاک یا گھٹیا مادے سے بن گئے ہوں۔ ایک ہی طریقے سے تم پیدا ہوئے ہو، یہ بھی نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کے طریقہ پیدائش الگ الگ ہوں۔ اور ایک ہی ماں باپ کی تم اولاد ہو، یہ بھی نہیں ہوا ہے کہ ابتدائی انسانی جوڑے بہت سے رہے ہوں جن سے دنیا کے مختلف خطوں کی آبادیاں الگ الگ پیدا ہوئی ہوں۔

دوسرے یہ کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ ظاہر ہے کہ پوری روئے زمین پر سارے انسانوں کا ایک ہی خاندان تو نہیں ہوسکتا تھا۔ نسل بڑھنے کے ساتھ ناگزیر تھا کہ بے شمار خاندان بنے اور پھر خاندانوں سے قبائل اور اقوام وجود میں آجائیں۔ اسی طرح زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کے بعد رنگ، خدوخال، زبانیں اور طرزِ بودوماند بھی لامحالہ مختلف ہی ہو جانے تھے اور ایک خطے کے رہنے والوں کو بعید تر ہونا ہی تھا، مگر اس فطری فرق واختلاف کا تقاضا یہ ہرگز نہ تھا کہ اس کی بنیاد پر اونچ اور نیچ، شریف کمین، برتر اور کمتر کے امتیازات قائم کئے جائیں۔ ایک نسل دوسری نسل پر اپنی فضیلت جتائے، ایک رنگ کے لوگ دوسرے رنگ کے لوگوں کو ذلیل وحقیر جانیں، ایک قوم دوسری قوم پر اپنا تفوق جمائے اور انسانی حقوق میں ایک گروہ کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہو۔ خالق نے جس وجہ سے انسانی گروہوں کو اقوام اور قبائل کی شکل میں مرتب کیا تھا وہ صرف یہ تھی کہ ان کے درمیان باہمی تعارف اور تعاون کی فطری صورت یہی تھی۔ اسی طریقے سے ایک خاندان، ایک برادری، ایک قبیلہ اور ایک قوم کے لوگ مل کر مشترکہ معاشرت بنا سکتے تھے اور زندگی کے معاملات میں ایک دوسرے کے مددگار بن سکتے تھے، مگر یہ محض شیطانی جہالت تھی کہ جس چیز کو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت نے تعارف کا ذریعہ بنایا تھا اسے تفاخر اور تنافر کا ذریعہ بنالیا گیا اور پھر نوبت ظلم و عدوان تک پہنچادی گئی۔

تیسرے یہ کہ انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر کوئی ہے اور کوئی چیز ہوسکتی ہے تو وہ صرف تقوی ہے۔ پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں، کیونکہ ان کا پیدا کرنے والا ایک ہے، ان کا مادہ پیدائش اور طریق پیدائش ایک ہی ہے اور ان سب کا نسب ایک ہی ماں باپ تک پہنچتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی شخص کا کسی خاص ملک، قوم یا خاندان میں پیدا ہونا ایک اتفاقی امر ہے جس میں اس کے اپنے ارادہ وانتخاب اور اس کی اپنی سعی وکوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہو۔ اصل چیز جس کی بنیاد پر ایک شخص کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا، برائیوں سے بچنے والا اور نیکی وپاکیزگی کی راہ پر چلنے والا ہو۔ ایسا آدمی خواہ کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر قابل قدر ہے۔

یہ واضح اصول ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے تمام انسانوں کو برابر کا مقام دیا ہے، تمام بنی نوع انسان کو ایک اور برابر گردانا ہے اور آدمی آدمی کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا؛ بلکہ بحیثیت انسان ہر ایک کو برابر عزت وشرف سے نوازا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے محض رنگ ونسل اور طبقاتی تقسیم کی بنیاد پر کسی انسان کو اعلی اور گھٹیا سمجھنا گوارہ نہیں کیا جاسکتا۔ مزید یہ کہ اسلام کی نظر میں سارے مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا یہ اخوت باہمی اس بات کی متقاضی ہے کہ کسی کو ذات برادری کی بنیاد پر حقیر نہ سمجھا جائے، حسب ونسب اور زبان پر فخر کر کے بھائی چارے کے ماحول میں تفرقہ نہ پیدا کیا جائے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پیغام دیا تھا کہ کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر کوئی فخر اور امتیاز حاصل نہیں ہے۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی برہمنواد پر مبنی نظام کی طرح ذات پات کا تصور پایا جانے لگا ہے۔ مختلف ذاتوں میں تقسیم ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش ہوتی ہے، کچھ لوگ خود کو اعلی ذات کا سمجھ کر فخر اور تکبر کرتے ہیں اور دوسرے کو نیچی ذات کا سمجھ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مسلمانوں کی شادی بیاہ سے لیکر سماجی اور سیاسی زندگی میں بھی یہ ذات پات کا عنصر غالب ہو گیا ہے، شادیوں میں یہ برائی پہلے سے رائج تھی اب سیاسی اور سماجی معاملوں میں بھی ذات پات کی لعنت حاوی ہو گئی ہے، انتخابات میں مسلمانوں کو اس بنیاد پر بھی تقسیم کیا جانے لگا ہے جو بیحد افسوسناک اور اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔

تمام مسلمانوں کے ذہن ودماغ میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ حسب ونسب، ذات وبرادری اونچ نیچ زمانہ جاہلیت اور برہمنواد کا نظام ہے۔ اسلام نے آکر اخوت ومساوات کا سبق سکھایا اور یہ بتایا کہ سب ہی انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں، کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں، البتہ جو شخص متقی ہے اسی کو اللہ کے نزدیک برتری حاصل ہے۔ کوئی ایمان والا چھوٹا نہیں خواہ وہ کسی برادری سے تعلق رکھتا ہو۔ نکاح میں کفائت کا اعتبار محض اس لیے ہے کہ دونوں میاں بیوی میں خوش گوار زندگی گذرے۔ ورنہ لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کا نکاح جس برادری میں چاہے کر سکتا ہے۔ ہر مسلمان کا نکاح دوسرے مسلمان کے ساتھ درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف خاندان اور قبیلے تعارف کے لیے بنائے ہیں، اونچ نیچ ظاہر کرنے اور تفاخر کے لیے نہیں بنائے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو ہمیں اونچ نیچ اور شریف و رذیل کے تصور کو ختم کرنا چاہیے اور مساواتِ اسلامی پر قائم رہتے ہوئے سب کام کرنا چاہیے۔ اسلام نے آکر جاہلیت کی نخوت وتکبر وتفاخر کو دور کر دیا ہے۔ ہمیں بھی اسے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہندوستانی مسلمانوں میں ذات پات کا تصور اور اس پر فخر وتکبر کی بنیادی وجوہات میں جہالت اور اس معاشرہ سے متاثر ہونا ہے۔ علم سے دوری، شریعت سے ناواقفیت کی بنیاد پر یہاں کے مسلمانوں میں یہ لعنت پائی جاتی ہے، اکثریتی سماج کے اونچ نیچ کے نظام نے مسلمانوں کو بھی متاثر کیا ہے اور اسی وجہ سے یہ بیماری ہندوستانی مسلمانوں میں موجود ہے جس کے خلاف منظّم مہم چلانا وقت کی ضرورت ہے اور زندگی کے تمام شعبوں سے غیر ضروری فخر وغرور کو ختم کر کے اخوت و بھائی چارہ اور مساوات پر عمل پیرا ہونے میں ہی ہماری کامیابی ہے اور یہی اسلامی تعلیمات ہیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ☆ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا ☆ تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

بقیہ: انڈیا اتحاد...... دوسو چورانوے رکنی بنگال اسمبلی میں دو ہزار چھ میں اسے ایک سو چھہتر، دو ہزار گیارہ میں چالیس، اور دو ہزار سولہ میں چھبیس نشستیں حاصل ہوئی تھیں، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کی تری پورہ میں بھی پینتیس سالوں سے زیادہ حکومت رہی ہے، پانچ جنوری انیس سو اٹھہتر سے پانچ فروری انیس سو اٹھاسی تک اور پھر دس اپریل انیس سو ترانوے سے نو مارچ دو ہزار اٹھارہ تک اس کی حکومت قائم رہی ہے، فی الحال لوک سبھا میں اس کے تین اور راجیہ سبھا میں پانچ ارکان ہیں، ایک سو چالیس رکنی کیرالہ اسمبلی میں اس کے اکسٹھ ارکان ہیں اور وہاں اس کا وزیر اعلی ہے، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا اور دیگر چھوٹی پارٹیاں اس کے ساتھ حکومت میں شریک ہیں، ساٹھ رکنی تری پورہ اسمبلی میں اس کے دس ارکان ہیں، تامل ناڈو اسمبلی میں اس کے دو ارکان ہیں، بہار، آسام، اڑیسہ، اور مہاراشٹرا اسمبلیوں میں اس کے ایک ایک رکن ہیں۔

دو ہزار چوبیس میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کے امیدوار: دو ہزار چوبیس کے لوک سبھا انتخاب میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کے امیدواروں کی تعداد ترپن ہے، بنگال کی چوبیس، بہار و اڑیسہ کی ایک ایک سیٹ اور تمل ناڈو دو سیٹوں کل اٹھائیس سیٹوں پر اس کا کانگریس اور انڈیا اتحاد کی دیگر جماعتوں کے ساتھ اتحاد ہے، مگر کیرل کی پندرہ سیٹوں اور انڈمان ونکوبار، آندھرا پردیش، آسام جھارکھنڈ، کرناٹک، مہاراسشٹرا، پنجاب، راجستھان، تلنگانہ، اور تری پورہ کی ایک ایک سیٹ پر وہ انڈیا اتحاد میں نہیں ہے، کل پچیس سیٹوں پر کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ انڈیا اتحاد کی دیگر جماعتوں کے خلاف بھی لڑ رہی ہے، لوک سبھا کی کل نشستیں پانچ سو تینتالیس ہے۔ (جاری)

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

محمد اسعداللہ قاسمی

سول سروسیز: 51 مسلم امیدوار کامیاب

یو پی ایس سی نے سول سروسیز امتحانات 2023ء کے نتائج کا اعلان کردیا ہے جس میں 51 مسلم امیدوار کامیاب ہوئے، حیرت انگیز طور پر اس سال یو پی ایس سی امتحان میں مسلم امیدواروں کی کامیابی کے فیصد میں بھی اضافہ ہوا ہے، کل ملا کر ایک ہزار سولہ امیدوار کامیاب رہے ہیں جن میں سے اکاون امیدوار مسلم ہیں یعنی کامیابی کا فیصد ۵ رہا ہے جو گزشتہ کچھ برسوں کے مقابلے میں کافی بہتر ہے، اس سے قبل 2019ء میں 3.5 فیصد مسلم امیدوار سول سروسیز امتحان میں کامیاب ہوئے تھے، واضح رہے کہ یو پی ایس سی کا تحریری امتحان ستمبر 2023ء میں جب کہ انٹرویو جنوری تا اپریل 2024 منعقد کئے گئے تھے، امسال آدتیہ سریواستو نے پہلی پوزیشن حاصل کی ہے جب کہ دوسرے اور تیسرے نمبر پر بالترتیب انیمیش پردھان اور اننیا ریڈی ہیں، ٹاپ ۵ میں ایک مسلم امیدوار بنام روحانی بھی شامل ہیں جب کہ ٹاپ ۱۰ میں روحانی سمیت نوشین (۹ رواں رینک) بھی ہیں، ٹاپ ۱۰۰ میں ٦ مسلم امیدوار ہیں، نوشین جنہوں نے نویں پوزیشن حاصل کی ہے، گورکھپور کی رہنے والی ہیں، انہوں نے دہلی یونیورسٹی سے گریجویشن کیا ہے، اس کے بعد نوشین نے جامعہ ملیہ اسلامیہ سے سوشل ورک میں پوسٹ گریجویشن کیا (انقلاب)

اتر پردیش میں کسان تنظیم نے سماجوادی پارٹی کی حمایت کی

گزشتہ سال بھارتیہ کسان یونین نے 'سنیوکت کسان مورچہ' کے بینر تلے مرکزی حکومت کے خلاف بڑا احتجاج کیا تھا، اُس وقت 'بی کے یو' کے لیڈر ٹھاکر بھانو پرتاپ سنگھ نے بغاوت کرتے ہوئے بی جے پی کا ساتھ دیا تھا؛ لیکن اب انہوں نے لوک سبھا الیکشن کیلئے سماجوادی پارٹی کی حمایت کردی ہے، لوک سبھا انتخابات کے دوران پہلے مرحلے میں ہی اتر پردیش میں بی جے پی کو بڑا جھٹکا لگا ہے، بھارتیہ کسان یونین (بی کے یو) کے بھانو گروپ کے صدر ٹھاکر بھانو پرتاپ سنگھ نے زعفرانی پارٹی سے نہ صرف قطع تعلق کا اعلان کیا ہے؛ بلکہ علی گڑھ لوک سبھا حلقے میں سماجوادی پارٹی کے امیدوار کی حمایت بھی کردی ہے، 'اے بی پی نیوز' کی ایک رپورٹ کے مطابق بھانو گروپ نے علی گڑھ لوک سبھا میں سماجوادی پارٹی کے امیدوار اور سابق رکن پارلیمان وجیندر سنگھ کی حمایت کا اعلان کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ مرکز کی مودی اور اتر پردیش کی یوگی حکومت نے کسانوں کے مطالبات پورے نہیں کئے جس کی وجہ سے انہوں نے مختلف مقامات پر بی جے پی کے امیدواروں کی مخالفت کا فیصلہ کیا ہے۔

'بونڈز' سے متعلق پوسٹ حذف کرنے پر تنقید

کانگریس نے الیکٹورل بونڈ گھوٹالہ سے متعلق سوشل میڈیا پوسٹس کو حذف کرنے سے متعلق الیکشن کمیشن کی ہدایت پر سخت اعتراض کیا ہے، کانگریس نے کہا کہ مودی حکومت آزاد ہندوستان کے سب سے بڑے گھوٹالے کو چھپانے کی کوشش کررہی ہے، جمعرات کو نئی دہلی میں کانگریس صدر دفتر میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کانگریس ترجمان سپریہ شرینیت نے کہا، ''سوشل میڈیا پلیٹ فارم 'ایکس' نے ایک خبر شیئر کرتے ہوئے بتایا،''اسے الیکشن کمیشن کی جانب سے ۴ ہینڈلس کے پوسٹ 'ڈیلیٹ' کرنے کی ہدایت ملی ہے، اسی تعلق سے کانگریس نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے، یادر ہے کہ ایکس نے مذکورہ خبر شیئر کرتے ہوئے لکھا ہے، ''ہم اظہار رائے کی آزادی میں رکاوٹ نہیں ڈالنا چاہتے؛ لیکن چونکہ ہمارے پاس یہ ہدایت آئی ہے اس لئے ایسا کرنا پڑا (نیوز رپورٹ)

حیدرآباد میں رام نومی کے دوران شرانگیزی، آسام میں بلڈوزر کی دھمکی

سوشل میڈیا پر وائرل ۲ ویڈیوز میں انتخابی درجۂ حرارت بڑھتا دیکھا جاسکتا ہے، ایک ویڈیو حیدرآباد کا ہے جہاں بی جے پی امیدوار مسجد پر (نادیدہ) تیر چلاتی ہوئی نظر آرہی ہیں جبکہ دوسرا ویڈیو آسام کا ہے جس میں بی جے پی ایم ایل اے ۴ جون کے بعد بلڈوزر کارروائی کی دھمکی دے رہے ہیں، حیدرآباد لوک سبھا سیٹ کیلئے بی جے پی کی امیدوار مادھوی لتا کو ایک جلوس کے دوران ایک مسجد پر (نادیدہ) تیر چلاتے ہوئے دکھایا گیا ہے، سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والے اس ویڈیو کی چوطرفہ مذمتیں ہورہی ہیں۔ (نیوز رپورٹ)

طب وسائنس

بینائی کی حفاظت

ڈاکٹر عبدالمعز شمس علی گڑھ

آنکھ کے اندر کی بناوٹ ناریل کی طرح تین سطح کی ہوتی ہے، ناریل میں اندر گودا تو کافی موٹا ہوتا ہے، مگر آنکھ میں جھلی نما ہوتا ہے، جسے شبکیہ (Retina) یا پردہ چشم کہتے ہیں۔ اس کے پیچھے بھورے رنگ کی پرت مشیمہ (Choroid) ہوتی ہے جس میں عروق کا جال بچھا ہوتا ہے، یعنی یہ شبکیہ کو غذائیت پہنچاتا ہے، اور اس سے باہری سخت سطح صلبیہ (Sclera) ہوتی ہے، سوراخ والی جگہ کو آپ Optic Canal سمجھیں۔ شبکیہ عصبی نوعیت کی ہوتی ہے جو پتلی اور شفاف ہوتی ہے، اس نحیف و نازک پرت میں بھی تقریباً دس پرتیں ہوتی ہیں، جو عصبی خلیات اور ان کے اتصال پر مشتمل ہوتی ہیں اور سب مل کر عصب بصری (Optic Nerve Haed) بناتی ہیں جو آنکھ کی پتلی کے اندر جھانکنے سے قرص بصر (Optic Nerve) کی شکل میں دماغ کو جاتی ہے، یہ پورا اسٹرکچر نہایت ہی پیچیدہ ہوتا ہے۔ قرص بصری کے بہت قریب ماکولا (Macula) ہوتا ہے، جو ایک زرد رنگ کا دھبہ ہوتا ہے، جسے ''نقطہ اصفر'' کہتے ہیں۔ اس کے درمیان میں 'حفرہ سطی'' نامی ایک ننھا سا گڑھا ہوتا ہے، دراصل آنکھ دیکھنے کا ایک اہم عضو ہے۔ بصارت کے لیے ضروری ہے کہ عکس، قرینہ، عدسہ، خلط مائی اور خلط زجاجیہ سے ہوتا ہوا شبکیہ پر پڑے اور شبکیہ کے اس حساس مقام یعنی نقطہ اصفر پر مرتکز ہو۔ تمام حصے گرچہ صحیح وسالم ہوں لیکن اس نقطہ اصفر یا ماکولا میں عیب پیدا ہونے سے بینائی میں نقص ہوجاتا ہے۔

جس مرض کا ذکر ہورہا ہے وہ دراصل ''نقطہ اصفر'' کے اطراف میں انحطاط کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے جو ڈھلتی عمر میں پایا جاتا ہے، عموماً ٦٠ سال کے بعد ہی یہ مرض نمودار ہوتا ہے، عالمی پیمانے پر بینائی ضائع ہونے کا ان دنوں یہ اہم ترین سبب ہے، ہندوستان میں کم سے کم 1.3 ملین اشخاص جن کی عمر ۵۰ سال سے زائد ہے اس مرض کے شکار ہیں، گرچہ اس مرض میں مکمل بصارت نہیں جاتی بلکہ نقص پیدا ہوجاتا ہے جو نہایت الجھن کا باعث ہے، اور سچی بات ہے کہ اس کا علاج خاطر خواہ ہے بھی نہیں اور نہ ہی یہ پہلی حالت میں لایا جاسکتا ہے، لیکن اگر ابتدا میں تشخیص ہوجائے تو مزید نقصان کے خطرے کو کم کیا جاسکتا ہے۔

عام طور پر اس کی علامات یہ ہیں:

☆ سامنے رکھی شئے یا پڑھتے وقت کتاب یا اخبار کے صفحات پر کالے دھبے نظر آتے ہیں، یا روشن ماحول میں بیچ میں اندھیرا دکھائی دیتا ہے ☆ دھند یا لہراتی بینائی کا احساس ہوتا ہے ☆ کسی چیز پر نظر ٹھہراتے وقت بیچ میں چھوٹی سی جگہ دکھائی دیتی ہے جیسے آپ گراف پیپر پر نظر ڈالیں تو عمودی اور مسطح لائنیں بعض مقام پر ہموار نظر نہیں آتی ہیں، جیسے تار کی جالی بیچ سے غائب ہوگئی ہو یہی وجہ ہے کہ گاری چلاتے وقت بجلی یا فون کے کھمبے بیچ سے غائب نظر آتے ہیں ☆ روشن جگہ سے کم روشنی کی جگہ میں آنے پر طبعی حالت آنے میں دیر لگتی ہے ☆ بینائی میں بھی خاصی کمی آجاتی ہے ☆ رنگوں کی شناخت بھی متاثر ہوتی ہے ☆ مختلف اشیاء، کیڑے مکوڑے جیسی چیزوں کا اشتباہ بھی ہوتا ہے چونکہ ماکولا کے آس پاس ہی عیب ہے اس لیے بینائی مکمل نہیں جاتی لیکن وسطی حصہ ہی متاثر ہوتا ہے لیکن ماکولا کے اطراف کا پردہ چشم طبعی حالت میں رہتا ہے۔

اقسام: عام طور پر ARMD کی دو قسمیں ہیں، خشک اور تر

ابتدا میں اکثر مریض اپنے مرض سے بے خبر ہوتے ہیں، جب بصارت میں کچھ عیب کا احساس ہوتا ہے جیسے چیزیں ٹیڑھی میڑھی دکھنے لگتی ہیں تو تشویش شروع ہوجاتی ہے۔ خط مستقیم خط منحنی میں تبدیل ہونے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ بینائی میں کالے دھبے نظر آنے لگتے ہیں تو بے چینی بڑھنے لگتی ہے، لہذا جب اس طرح کے حالات پیدا ہوں تو فوراً آنکھ کے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے اور ہر دن نظر کی جانچ خود سے کرنا چاہیے۔ بصارت میں خرابی کی دیگر وجوہات بھی ہوسکتی ہیں، لہذا کسی ماہر سے پوری طرح تفصیلی معائنہ ضروری ہوتا ہے۔

اس بیماری کے اسباب اس کے نام سے ہی ظاہر ہیں یعنی عمر سے متعلق بینائی میں گراوٹ یا کمزوری؛ گرچہ یہ مرض ہر سن رسیدہ کو نہیں ہوا کرتا بلکہ کچھ اور وجوہات ہیں جو ہمارے قابو میں نہیں، جیسے موروثی وجہ بھی ہوسکتی ہے، یعنی اگر خاندان کی جینس میں ہو تو اس کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، اس کے علاوہ سگریٹ نوشی، غذا، بلڈ پریشر کی بیماریاں، جس پر انسان کا کنٹرول ہے اور اسے روکا جاسکتا ہے، سگریٹ نوشی چار گنا امکانات بڑھا دیتی ہیں، چونکہ خلیات میں آکسیجن نہیں پہنچ پاتی ہائی بلڈ پریشر مین بھی مناسب مقدار میں خلیات آکسیجن نہیں پاتا، اس کے علاوہ قلبی بیماری خون میں کولیسٹرول کی زیادتی، موٹاپا، سورج کی روشنی میں زیادہ وقت گزارنا، سورج سے الٹروائلٹ شعاؤں کا بھی اثر پڑتا ہے۔

کسی ماہر چشم کے تفصیلی معائنہ کے بعد ہی اس مرض کی تشخیص ہوتی ہے، جتنا جلد تشخیص ہوگی، علاج جلد شروع ہوگا۔

ماہر چشم Amsler Grid Test کا استعمال کرتے ہیں جو بہت سادہ ٹسٹ ہے، اس میں گراف پیپر کے بیچ ایک گہرا نقطہ بنا ہوتا ہے، مریض کو باری باری سے دونوں آنکھوں کو الگ الگ اس نقطہ کو دیکھنا ہوتا ہے، نقطہ کے اطراف کھڑی اور پڑی لائنیں اگر ٹیڑھی نظر آتی ہیں تو مرض کی ابتدا ہو چکی ہے، اگر ماہرین کو شک ہوتا ہے تو ایک جدید ٹکنالوجی جسے OCT یعنی Optical Cohernce Test کہتے ہیں، اسے بھی کرانا ہوتا ہے جس میں پردہ چشم کی 3D فوٹو سے شناخت ہوسکتی ہے، اس کے علاوہ FFA بھی کی جاتی ہے جس سے رساؤ کا مقام پتہ چلتا ہے۔

علاج: یہ مرض یوں تو لا علاج ہے؛ لیکن اس کی شدت یا سرعت میں کمی لائی جاسکتی ہے، تاکہ بینائی، دیر تک قائم رہ سکے ☆ آنکھ کے اندر ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں جو عروق کے رساؤ کو روک سکتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو فائدہ ہوا ہے مگر یہ انجکشن قیمتی ہے اور کئی کئی بار لگوانا پڑتا ہے ☆ لیزر سے غیر معمولی عروق کو تباہ کیا جاتا ہے تاکہ نئے عروق دوبارہ نہ بننے پائیں ☆ ماہرین چشم جسم کی کسی رگ میں دوا انجکٹ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آنکھ کے غیر معمولی عروق تک جب دوا پہنچتی ہے تو لیزر سے اس دوا کو متحرک کرکے غیر معمولی عروق کو نیست و نابود کردیتے ہیں ☆ کھانے کے لیے جو دوائیں تجویز کی جاتی ہیں ان میں وٹامن سی اور ای بیٹا کیروٹین جستہ اور تانبا ہوتا ہے جو تیزی سے بڑھتے مرض کی سرعت کو روک یا کم کرسکتا ہے ☆ سرجری کا بھی تجربہ ہورہا ہے مگر ہنوز کامیابی نہیں ملی ہے۔

Volume:64/74,Issue:15 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

تعلق کو نبھانے کے لئے لازم ہے جھک جانا
ذرا سی بات بڑھ جانے سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے
(نفیس وارثی)

ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری۔ایک لمحۂ فکریہ

ڈاکٹر مظفر حسین غزالی

وزیر اعظم نریندر مودی کی قیادت میں بی جے پی حکومت ہر سال 2رکروڑ نوکریاں فراہم کرنے کے وعدہ کے ساتھ آئی تھی لیکن پچھلے 10رسالوں میں نئی نوکریاں پیدا کرنا تو دور، وہ لوگ بھی بے روزگار ہو گئے جو پہلے سے برسر روزگار تھے۔نومبر 2016ء کی نوٹ بندی کے متعلق بنگلور کی عزیز پریم جی یونیورسٹی کے سینٹر فار سسٹینبل ایمپلائمنٹ (سی ایس ای) کی رپورٹ میں ایک چونکا دینے والی بات سامنے آئی ہے۔اس کے مطابق نوٹ بندی کے بعد 50رلاکھ لوگ اپنی نوکریوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔سی ایس ای کی رپورٹ اسٹیٹ آف ورکنگ انڈیا کے مطابق، نوٹ بندی کے بعد نہ صرف کروڑوں لوگ بے روزگار ہوئے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ گزشتہ دہائی کے دوران ملک میں بے روزگاری کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔رپورٹ کے مطابق 20 سے 24 سال کی عمر کے افراد سب سے زیادہ بے روزگاری سے متاثر ہوئے ہیں۔روزگار کی صورتحال کو سمجھنے کے لیے، سینٹر فار مانیٹرنگ دی انڈین اکانومی سی ایم آئی ای۔سی پی ڈی ایکس کی رپورٹیں بے روزگاری کی شرح 8فیصد کے قریب بتاتی ہیں۔یہ 2000ء سے 2011ء کی اوسط شرح سے دوگنی سے زیادہ ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ نہ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے میں بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے بلکہ کم تعلیم یافتہ افراد کے لئے بھی روزگار کے مواقع کم ہوئے ہیں۔جو زیادتر غیر منظم شعبے میں کام کر رہے ہیں۔

پروفیسر ارون کمار کے مطابق 94رفیصد غیر منظم شعبہ میں کام کرتے ہیں اور 45رفیصد کی پیداوار ہوتی ہے۔سینٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکانومی کی رپورٹ کے مطابق اکتوبر 2023ء میں بے روزگاری کی شرح مئی 2021ء کے بعد سب سے زیادہ 10.5فیصد ہوگئی۔اس عرصے کے دوران دیہی بے روزگاری 6.2 فیصد سے بڑھ کر 10.82 فیصد جبکہ شہری بے روزگاری 8.44 فیصد تک کا اضافہ ہوا۔ یہ کووڈ کا دور تھا جو بہت پریشانی کا وقت تھا۔بڑھتی بے روزگاری کے ساتھ مزدوروں کی شرکت کی گرتی ہوئی شرح نے اس مسئلے کو انتہائی پیچیدہ بنا دیا۔یہ شرح لیبر فورس کے تناسب کی نشاندہی کرتی ہے، یعنی 15-64 کی عمر کے لوگوں کی کل تعداد، کام کرنے کے خواہشمند اور ملازمت کرنے والے یا ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے افراد کی تعداد۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کم ہوتے مواقع کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہیں وہ روزگار کی طرف مائل نہیں ہیں۔نومبر 2017ء سے روزگار میں کمی آرہی ہے۔سب سے زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ روزگار میں مسلسل کمی ہو رہی ہے جبکہ 2.5 فیصد کروڑ لوگ ہر سال روزگار مانگنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔افرادی قوت میں اضافے کا مطلب ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کام کے لئے دستیاب ہیں لیکن حکومت انہیں کام دینے کی حالت میں نہیں ہے۔ نوٹ بندی اور کووڈ کے بعد لیبر فورس سکڑ گئی تھی۔لوگوں کو کام ملنے کی کوئی امید دکھائی نہیں دے رہی تھی، اس لئے کام کی تلاش کرنے والوں نے کام ملنے کی امید چھوڑ دی۔

ماہر معاشیات راہل لال کے مطابق گذشتہ ہفتہ ایئر انڈیا سے 180رملازمین کو نکال دیا۔اسپانس جیٹ اپنے 15رفیصد ملازمین کو فارغ کرنے جا رہی ہے۔سال 2019 میں اسپائس جیٹ کے پاس 16رہزار ملازمین کا ایک گروپ تھا لیکن تباہ کن برطرفی کے بعد اب ملازمین کی تعداد کم ہو کر صرف 9 ہزار رہ گئی ہے جس میں 15رفیصد کی برطرفی دوبارہ ہونے والی ہے۔کچھ سال قبل جیٹ ایئرویز کے بند ہونے کی وجہ سے کمپنی کے تقریباً 16000 رپے رول ملازمین اور 6رہزار کنٹریکٹ ملازمین بے روزگار ہو گئے تھے۔روزگار کے حوالے سے کچھ اور اعداد و شمار بھی ہیں، جو اور بھی خوفناک ہیں۔ ویدانتا نے 49,141 لوگوں کو فارغ کیا، جبکہ فیوچر انٹر پرائز نے 10539 لوگوں کو فارغ کیا۔اس وقت صحت کے شعبے کی ایک مشہور کمپنی فورٹس ہیلتھ کیئر نے 18000رلوگوں کو نوکریوں سے فارغ کر دیا۔ٹیک مہندرا نے 10470 ملازمین کو کم کیا ہے۔سیل ایک پبلک سیکٹر کی کمپنی ہے، اس نے 30413 لوگوں کو فارغ کیا ہے، جب کہ بی ایس این ایل نے 12765 لوگوں کو نوکریوں سے فارغ کیا ہے۔انڈین آئل کارپوریشن نے بھی 11924 لوگوں کو نوکری سے نکال دیا۔اس طرح صرف تین سرکاری کمپنیوں نے تقریباً 55000رملازمین کو کم کیا ہے۔

سینٹر فار مانیٹرنگ دی انڈین اکانومی کے مطابق 14-2013ء میں 1443رکمپنیوں کے 67 لاکھ روزگار فراہم کرنے کے اعداد جاری کئے، وہیں 17-2016ء میں 3441رکمپنیوں کے 84 لاکھ روزگار فراہم کرنے کی خبر آئی۔اگر اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کمپنیوں کی تعداد میں دگنے سے زیادہ اضافے کے باوجود روزگار کے اعداد و شمار میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا۔اس طرح حکومت اپنے ابتدائی دور میں بھی سالانہ 2رکروڑ روزگار پیدا کرنے میں سنجیدہ نہیں رہی۔انڈیا ایمپلائمنٹ رپورٹ بھی مودی حکومت کی ناکامی کو ظاہر کرتی ہے۔اس کے مطابق بھارت کے کل بے روزگار افراد میں 83 فیصد نوجوان ہیں۔یا تو ان کے پاس نوکری نہیں ہے یا وہ دو تہائی کم اجرت پر برے حالات میں کام کر رہے ہیں۔رپورٹ کے مطابق 65.7 فیصد تعلیم یافتہ نوجوان بے روزگار ہیں۔جبکہ 2000ء میں ان کی تعداد 35.2 فیصد تھی۔2022ء میں یہ تعداد بڑھ کر تقریباً دوگنی ہو گئی ہے۔

بھارت کی معیشت میں روزگار کے لحاظ سے چھوٹی اور درمیانی صنعتیں بہت اہم ہیں۔نوٹ بندی، جی ایس ٹی اور لاک ڈاؤن نے چھوٹی اور درمیانی صنعتوں کی کمر توڑ دی۔آر بی آئی کے مطابق چھوٹی اور درمیانی صنعتیں بھاری قرضوں میں ڈوب رہی ہیں۔صرف نوٹ بندی کے اثر کی وجہ سے، مارچ 2017ء تک قرض کے ڈیفالٹ کا مارجن 8249 کروڑ روپے تھا، جو مارچ 2018ء تک بڑھ کر 16111 کروڑ روپے ہو گیا۔درحقیقت 2024ء کے لوک سبھا انتخابات میں ووٹ ڈالنے سے پہلے، عوام کو یہ سمجھنا ہوگا کہ بے روزگاری ہمیں اقتصادی عدم مساوات کی گہری کھائی کی طرف لے جا رہی ہے۔حکومت کو 10رسالوں میں 2 کروڑ سالانہ کی شرح سے کم از کم 20رکروڑ نوکریاں فراہم کرنا تھیں لیکن اس حکومت کے دوران بے روزگاری ایک سنگین مسئلہ بنا رہا ہمیں ترقی کو روزگار پر مبنی بنانا چاہیے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ حکومت روزگار فراہم کرنے والے مخصوص شعبوں کی نشاندہی کرے اور انہیں ترجیح بھی دیے۔ایم ایس ایم ای اسٹارٹ اپ اسی مقصد سے شروع ہوئے تھے لیکن نوٹ بندی، جی ایس ٹی نے ان کی کمر توڑ دی۔رہی سہی کسر لاک ڈاؤن نے پوری کر دی۔

جی ڈی پی یا ارب پتیوں کے بڑھنے سے روزگار میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔معیشت کے تناسب میں روزگار کے مواقع کا نہ بڑھنا بڑا مسئلہ ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کی ترقی کو روزگار پر مبنی بنائیں۔اس تناظر میں کانگریس راہل گاندھی کے ذریعہ شروع کیا گیا یوتھ جسٹس ایک اہم حل ہو سکتا ہے، جہاں مرکزی حکومت میں 30 لاکھ خالی آسامیوں کو پر کیا جائے اور نوجوانوں کے لئے 5000 کروڑ روپے کے اسٹارٹ اپ فنڈ کی تشکیل ایک تاریخی قدم ہوگا۔کانگریس کی طرف سے گیگ اکانومی میں سماجی تحفظ کی بات بھی اہم ہے۔درحقیقت، روزگار پیدا کرنا مودی حکومت کی کبھی ترجیح نہیں رہی۔ جس کی وجہ سے ملک اس وقت آزادی کے بعد سے بدترین بے روزگاری کے بحران کا سامنا کر رہا ہے۔ حکومت سنجیدگی سے اس پر دھیان دینے کی بجائے اعداد و شمار کے جال میں پھنسا کر گمراہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔اب یہ عوام کو طے کرنا ہے کہ اس مسئلہ سے نپٹنے کے لئے اسے کیا کرنا ہے۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس اپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔(**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)
WEEK ENDING-22/04/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421